ماہنامہ
نعت
لاہور
معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
کوئی سلیقہ ہے آرزو کا
نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
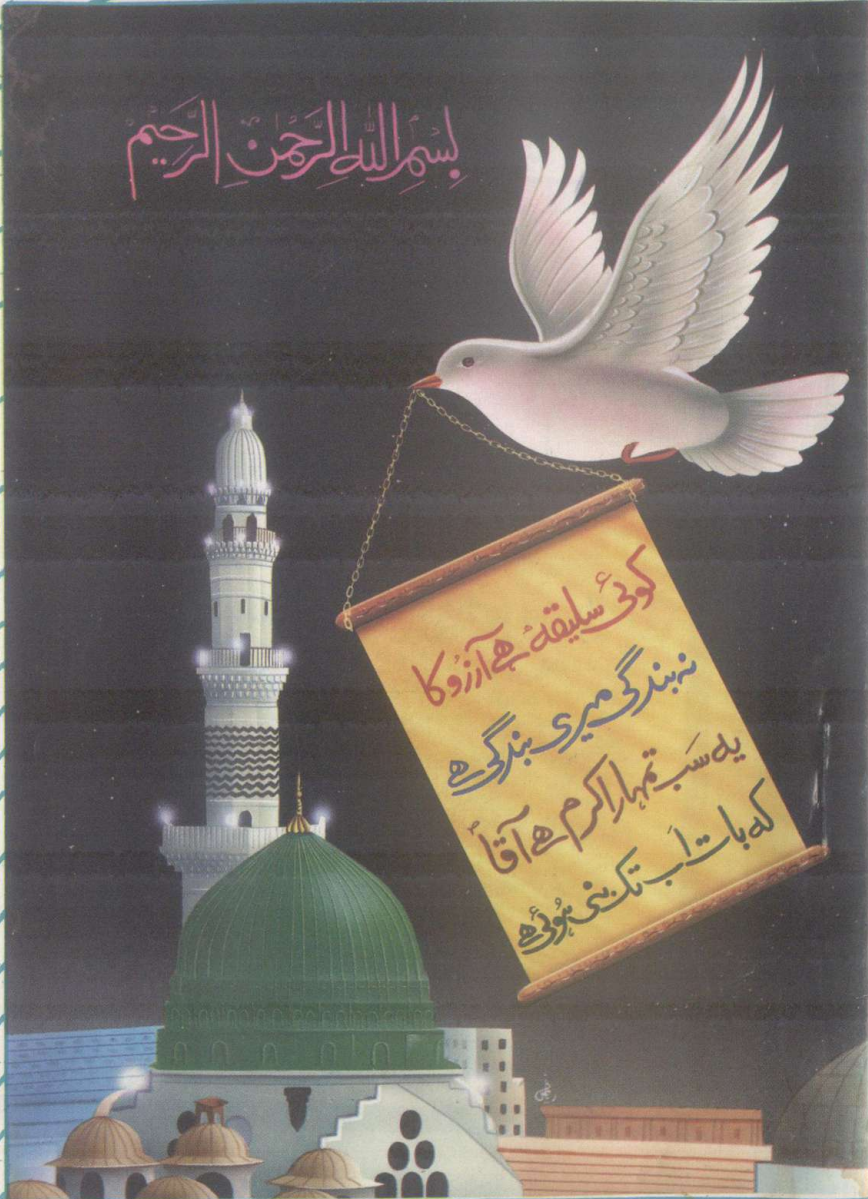
ماہنامہ
نعت
لاہور
معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حصہ دوم

ماہنامہ نعت لاہور
معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جلد: ۲ مارچ ۱۹۸۹ء شمارہ: ۳

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

معاون: شہناز کوثر

خطاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم
خلیل احمد نوری

قیمت- ۱۰ روپے (فی شمارہ)
۱۲۰ روپے (زرِ سالانہ)

مینجر: اظہر محمود

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر- جیم پرنٹرز- لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید- بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸- اردو بازار- لاہور

اظہر منزل- مسجد سٹریٹ نمبر ۵- نیو شالا مار کالونی- ملتان روڈ
لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

(منظر رقم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معراج ایک استعارہ ہے، ایک کنایہ ہے، ایک اجمال ہے۔
استعارہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے مقام کی رفعت کا۔
کنایہ محبوب و محب کے وصل کی اہمیت کا۔
اجمال اُس تفصیل کا جو زنجیرِ در کے اُسی طرح ہلتے رہنے اور بستر کی گرمی برقرار رہنے کے دوران کی وسعتوں میں وقوع پذیر ہوئی۔

معراج تسخیرِ خلا و ملاء کا آغاز بھی ہے اور انجام بھی۔
معراج قربتوں کے بعد، — مزید قربتوں کی نشان دہی ہے۔
معراج اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ خالق و مالک نے اپنے بندے کو جو دینا تھا، دے دیا، — اور اس کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں ورنہ بتا دیا جاتا۔
معراج قادرِ مطلق کی قدرتوں کا نشان ہے۔
معراج اس کی محبت کا اعلان ہے۔

یہ محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کا علوِ مرتبت ہے۔
یہ اُن کے محبت کی سیدھی راہ چلنے اور اس سے ذرا نہ بھٹکنے کا اعتراف ہے۔
یہ جلوے کے بھرپور اترنے کی بات ہے، جب وہ نزدیک سے ہلو چکا۔
یہ دو قوسوں کے فاصلے کی سرگوشی ہے، اور پھر مزید قریب ہو جانے کی حقیقت ہے۔
یہ اُس آنکھ کا قصہ ہے جو نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی، — جو دیدارِ محب سے بہرہ ور ہوئی۔

یہ اس جسم کی تحسین ہے جس کو سیر کرائی گئی، جس کو رفعت ملی، جو قربت سے سرفراز ہوا۔

معراج ایک اجمال ہے، — قربتوں اور محبتوں کا اجمال۔
معراج ایک تفصیل ہے — ایسی تفصیل جس کی وسعتوں میں خالقِ کائنات کا جمال بھی ہے اور محبوبِ خالق کی نازبرداریوں کا حُسن بھی۔
وصل کی یہ کہانی محبت کی زبانی بیان ہوئی تو 'بنی اسرائیل' اور 'والنجم' کے اُسلوب کی چلمن سے جھانکتی ہوئی پائی گئی۔
اُسلوب کی یہ چلمن اَسرار و معارف کی اَن گنت باریکیاں رکھتی ہے، جنھیں صرف جاننے والی آنکھ ہی اپنے اندر سمو سکتی ہے۔

فہرست

نعتیں

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عبد کی حق سے ملاقات ہے معراج کی رات
ساری راتوں سے جُدا رات ہے معراج کی رات

جانِ گلزارِ کمالات ہے معراج کی رات
نکہت و نور کی برسات ہے معراج کی رات

عنبر و عطر کی بارش سے ہیں مسرور قلوب
سیلِ الطاف و عنایات ہے معراج کی رات

حسن صد صبح در آغوش ہیں مہتاب و نجوم
کس قدر نُور فزا رات ہے معراج کی رات

بن گئی حاصلِ ایام فضیلت کے سبب
ورنہ راتوں ہی میں اک رات ہے معراج کی رات

خواجگی وقف بلندی و عروج و رفعت
بندگی محوِ مناجات ہے معراج کی رات

عشق بھی محوِ لقا، حُسن بھی مصروفِ ادا
شوقِ اظہارِ کمالات ہے معراج کی رات

طالبِ دید ہوئے طُور پہ موسیٰؑ جس سے
طالبِ دید وہی ذات ہے معراج کی رات

آپ کی دید سے ہر دن ہے مجھے عید کا دن
آپ کے شوق میں ہر رات ہے معراج کی رات

آپ جس رات بھی رویا میں نظر آجائیں
جانِ عاشق کو وہی رات ہے معراج کی رات

کوئی رہبر، کوئی مشعل نہیں درکار نظیرؔ
آئنہ دارِ مقامات ہے معراج کی رات

اصغر حسین خان نظیرؔ لودھیانوی

معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: منظور حسین ماہر القادری

جمہورِ اسلام کا اس پر کلی اتفاق ہے کہ سردارِ دو عالم روحی فداہ کو قادرِ مطلق نے معراجِ جسدی سے سرفراز فرمایا۔ بعض متکلمین نے معراجِ روحانی کی طرف میلانِ اعتقاد ظاہر کیا ہے لیکن "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" کا حرف حرف سرکارِ دو عالم کی جسمانی معراج کا آفتاب سے روشن تر ثبوت اور کفِ دست سے زیادہ واضح دلیل ہے۔ قرآنِ کریم کے خصائصِ لفظی ومعنوی کا اگر بہ نگاہِ امعان وتعمق مطالعہ کرنے کا شرف حاصل کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قرآنِ کریم کوئی چیستان نہیں ہے کہ تاویلات اور ذہنی اختراعات کی بنیادوں پر دور از قیاس معانی اور بعید از فہم مطالب کی عمارتیں تعمیر کی جائیں۔ جن حضرات نے اس آیۂ مبارک سے معراجِ روحانی مراد لیا ہے، انہوں نے غالباً اس چیز کو پیشِ نظر نہیں رکھا کہ خواب میں انسان پر ایسی کیفیات طاری ہوتی ہیں جن کا احاطہ کیف وکم نہیں کر سکتے۔ بوریا نشین فقیر عالی شان ایوانوں میں اپنے تئیں فرشِ مخمل پر گلگشت کرتا ہوا دیکھتا ہے۔ ایسے ایسے مہیب اور مسرت بخش مناظر کا نشان کرتا ہے جو اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہوتے۔ اگر بالفرض حضرت پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالمِ رؤیا میں تمام مقامات کی سیر کرائی گئی تھی تو اس میں بظاہر کوئی ایسی ندرت اور عظیم الشان خصوصیت نہیں ہے کہ خداوند قدوس اس قدر اہتمام کے ساتھ اس کا ذکر فرماتے؛ چونکہ عالمِ خواب میں عام انسان بھی محیر العقول سیاحتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور سوتے میں عرب کے کسی بدوی

کا خود کو سوئٹزرلینڈ کے مرغزاروں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں ہے۔ لیکن سیاقِ عبارت، ترتیبِ الفاظ، نہجِ کلام، جزالتِ معانی، اس چیز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ خداوندِ قدّوس کا اپنے بندہ کو لے جانا اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ جب یہ خصوصیت مسلّم ہو چکی تو "معراجِ روحانی" کے براہین و دلائل خود بخود اعترافِ بطلان کر لیتے ہیں۔ "معراجِ روحانی" کے ماننے والوں نے آیۂ مبارک کی تخصیص کو عمومیت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی اسی فرض کردہ تعمیم نے تاویلات کے لیے ان کو مجبور کر دیا اور ان کی نگاہیں مشاہدۂ حقائق سے محروم رہ گئیں۔ جو خدا طور کی پست چوٹی پر حضرت کلیمؑ کو شرفِ ہم کلامی بخش سکتا ہے، عرش کی بلندی پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر شرفِ دید و کلام سے نوازنا کیا ممکن ہے؟ جس قادرِ مطلق کی قدرت حضرت ابراہیمؑ کے لیے بھڑکتے ہوئے شعلوں اور دہکتے ہوئے انگاروں کو چمنستان بنا سکتی ہے، حضرت نوحؑ کی کشتی کو طوفان کے ان خوفناک تھپیڑوں سے بچا سکتی ہے جن کے زور نے بلند پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا، حضرت موسیٰؑ کے لیے دریا کی لرزتی ہوئی موجوں پر راستہ بنا سکتی ہے، کیا اس کے لیے (معاذ اللہ) یہ محال ہے اپنے محبوب و معزز بندے کو فضائے آسمانی کے بلند سے بلند کرہ میں لے جائے۔ احادیثِ صحیحہ سے حضرت جبریل علیہ السلام کا زمین و آسمان کا ہبوط و صعود ثابت ہے۔ جس قادرِ مطلق کے حکم سے حضرت جبریلؑ آسمانوں کی بلندیوں سے زمین پر آ جا سکتے ہیں، وہ اپنے اُس مقدّس بندے کو عرش پر لے گیا تو کون سی تعجُّب کی بات ہے جس کے غلاموں کی قسمت پر حضرت جبریلؑ بھی رشک کرتے تھے۔ اور آگے بڑھیے، قرآن کو قرآن کی روشنی ہی میں سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "صعود" یعنی آسمان پر چلا جانا قرآن سے ثابت ہے۔ اس پر تو ہر فرقہ اسلام کو اتفاق ہے کہ حضرت مسیحؑ کو خدا نے بصورتِ جسدی اُٹھا لیا۔ جب ایک مثال اس سے پہلے قائم ہو چکی ہے تو دوسری نظیر کے تسلیم کرنے میں کیوں تامّل ہے۔ معراجِ محمدی اور صعودِ مسیحؑ کی نوعیتیں مختلف ہیں، لیکن اس حد تک تو بہر حال تسلیم ہے

کہ انسان جسمانی طور پر فضائے عالمِ بالا میں پرواز کر سکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں تو عقل بھی اس کو ماننے میں کوئی تامّل نہیں کرتی کہ سائنس کی ترقیوں نے دنیا کی نگاہوں سے جہل و لاعلمی کے بہت سے پردے اُٹھا دیے ہیں۔ فضائے آسمانی میں سڑکیں بن چکی ہیں، ہوا کی موجوں پر پورا قابو حاصل ہو چکا ہے، چاند تک پہنچنے کی کوشش میں بہادر ہوا باز زمین سے ہزاروں کوس اونچی فضا میں پہنچ چکے ہیں۔ مادہ پرستوں کے لیے جب فضائے آسمانی میں راستہ بن سکتا ہے تو خدا کے اس مقدس محبوبؐ کا، جو روحانیت و تقدیس کا سب سے بڑا پیغامبر تھا، فضائے سماوی سے گزر جانا قطعاً قرینِ قیاس ہے۔ اگر اس دور میں کسی کور باطن کو اس سے انکار ہے تو وہ انسانی فہم و ادراک کی غلطی نہیں بلکہ توہین ہے۔ میں کہتا ہوں آسمان کو حدِ نظر اور نگاہ کی پرواز کی آخری منزل نہ مانیے بلکہ ایک مادی کرہ تسلیم کیجیے۔ اس کے بعد لطافت و کثافت کی اس حقیقت پر غور کیجیے کہ جو شے جس قدر لطیف ہو گی، اُسی قدر کثیف جسم سے وہ گزر سکتی ہے۔ سائنس کی ایجاد لاشعاعی ایکس ریز کا نام آپ نے ضرور سنا ہو گا یعنی انسان کے جسم کا معائنہ اس طریقے پر کیا جاتا ہے کہ اندرونِ جسم کی ایک ایک رگ اپنی خفیف ترین جنبش کے ساتھ نظر آتی ہے۔ خون کی گردش، عروق کا تناسب، ہڈیوں کی حالت صاف دکھائی دیتی ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہوتا ہے؟ کثافتِ جسمانی میں لطیف شعاعوں کا گزر، شعاعوں کے گزرنے کے لیے قشرِ جسد کی شکست و ریخت کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری مثال لیجیے۔ موٹے سے موٹے شیشے کے ٹکڑے میں سے آپ کی نگاہ گزر جاتی ہے۔ کیا شیشہ نگاہ کے گزرنے کے بعد کہیں سے ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔ آپ کی قوتِ نظر غیر معمولی لطیف ہے۔ اور لطافت کی گزرگاہ کسی خلا کی رہینِ منت نہیں ہوتی۔ سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح سیرتاً لطیف ہے، اسی طرح جسداً بھی لطیف تھے۔ دنیا کی مادیت و کثافت کو لطیف و نظیف بنانے کے لیے حضورؐ مبعوث ہوئے تھے۔ آفتاب کی آنکھ گواہ ہے، تاریخ

کے صفحات ان واقعات سے لبریز ہیں کہ کفر و شرک کی کثافت کو حضورؐ نے لطافتِ سراپا بنا دیا۔ جو مقدس ہستی اس قدر لطیف ہو، اس کا مادۂ کُرۂ آسمان سے گزر جانا بالکل مستبعد نہیں ہے۔ جب لطافت کی یہ حقیقت واضح ہو چکی تو اتنا اور سمجھ لیجئے کہ لطافت اپنے اندر غیر معمولی سُرعت بھی رکھتی ہے۔ برقی رو کی رفتار ایک لمحہ میں کئی ہزار میل ہے۔ لہٰذا سرورِ دو عالمؐ کا، جو لطافتِ مجسّم تھے، فضائے اعلیٰ کے ہر کرہ حتیٰ کہ عرش تک کی سیر کر کے ایک شب میں واپس تشریف لے آنا عقل سے سرِ مُو متخالف و متجاوز نہیں ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ حضورؐ جب واپس تشریف لے آئے تو بستر مبارک بدستور گرم تھا۔ اس کے ثبوت کے لیے تھرماس کا تجربہ کیجئے کہ بارہ گھنٹہ تک گرم چائے حدّت پذیر رہتی ہے اور برودت کا اثر قبول نہیں کرتی۔ تھرماس کی قوت جب ثابت ہے تو روحانی طاقت کا انکار بڑا ظلم ہوگا۔ لہٰذا رات بھر حضورؐ کے بستر کا گرم رہنا عقل کے عین مطابق ہے۔ ان تمام حقائق کے اعتراف کے بعد دل میں بعض خدشات و شُبہات پیدا ہوتے ہیں۔ شبہات کی تخلیق معصیت نہیں ہے لیکن ان کو ضمیر کی آواز سمجھنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ لہٰذا اسی قبیل کے اشخاص نے معراجِ نبویؐ کو بعض دلی شبہات و شکوک کی روشنی میں سمجھنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ یہ کہ خداوندِ تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ وہ حضرت پیغمبرِ اسلامؐ کو عرش پر بلاتا، آسمانوں کی سیر کراتا۔ گھر بیٹھے ہی ہر نعمت دی جا سکتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ انسان کو آزوقۂ حیات کی تلاش کے لیے مجبور کر دیا۔ اسی لیے اس نے زمین میں کاشت شروع کی، اور خدا نے فصل کے پکنے کے لیے آفتاب کی گرمی کو لازم کر دیا۔ موسم پیدا کیئے، بادلوں کو خلق فرمایا۔ اس قدر جھمیلے سے تو یہی بہتر تھا کہ خود بخود ہر شے آدمی کو حسبِ خواہش اس کے لیے مہیا ہو جاتی یا پھر اس نظام کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ کیا اس سوال کا جواب یہی ہے اور میں قطعیت سے کہہ سکتا ہوں کہ ہاں صرف یہی ہے کہ اسرارِ خداوندی

ہمارے فہم سے بالاتر ہیں اور ہم کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہے ؟ ایسا کیوں نہیں ہے ؟ تو معراج نبوی ص کے متعلق بھی یہی جواب ہے کہ خداوند برتر و توانا کی یہی مشیّت تھی۔

اسلام ایک برقِ خاطف تھا جس نے شرک واوہام پرستی کے ہر خرمن کو جلا ڈالا۔ عرب کیا، ساری دنیا اسی مرض میں مبتلا تھی۔ منجموں اور کاہنوں کی مردود جماعت نے انسانی گروہ کو اور زیادہ مبتلائے فریب بنا دیا تھا۔ اسی ذوق کا یہ نتیجہ ہوا کہ اجرام فلکی کی پرستش شروع ہوگئی یہ دیکھ کر کہ رات کی تاریکی کے بعد سورج کی کرنیں دنیا کو یکایک مطلعِ انوار بنا دیتی ہیں، یقیناً اپنے اندر بڑی قوت رکھتی ہیں، سورج کی پرستش شروع کر دی اور اُس ہستی کو بھلا دیا جو سورج کی خالق ہے ۔ غرض اسی طرح چاند اور دیگر ستاروں کی خدائی کے نغمات بلند کیے گئے۔ لہٰذا انسانو کے اس طلسم غلط فہمی کے توڑنے کے لیے قادرِ مطلق نے اپنے مقدس محبوب ص کو معراجِ جسمانی سے سرفراز فرمایا تاکہ دنیا سمجھ لے کہ چاند، سورج، آسمان، تاروں کی روشنی اور بلندی خدائے برتر کی قدرت کے مظاہر ہیں اور وہی اپنے بندے کو اُس بلند اور ارفع مقام پر لے گیا جہاں سورج کا عنقائے خیال بھی نہیں پہنچ سکتا اور اُس مقدس و مزکّی رسول ص کے جسم کو اس درجہ لطافت بخشی کہ آسمانوں میں سے ہوتا ہوا وہ گزر گیا۔ پس لائقِ پرستش تو وہی معبود ہے جس نے کونین کی ہر بلندی اور لطافت کا تاج حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک پر رکھ دیا۔

ثانیاً، عرشِ بریں حضرت محمدؐ (روحی فداہ) کا پا انداز بن چکا ہے ۔ لیکن وہ مدینہ کی گلیوں میں بیوہ، غریب عورتوں کا سودا سلف لاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حدیبیہ میں صلح نامہ بھی مرتب فرما رہے ہیں۔ بدر کے میدان میں عساکرِ اسلامیہ کے قائد بھی ہیں۔ غزوۂ خندق میں کُدال لیے ہوئے زمین بھی کھود رہے ہیں لطافتِ جسمانی اور روحانی ترقی کے بعد ترکِ دنیا خدا کے نزدیک مبغوض ہے کیونکہ ایسا عمل سرورِ دوعالم روحی فداہ اختیار فرما سکتے تھے، جن کو ایسی معراج نصیب ہوئی

جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ لیکن شبِ اسریٰ کے دولہا نے اس عزت و مرتبت کے باوجود جو کچھ طرزِ عمل اختیار فرمایا، وہ تاریخ کے زرّیں اوراق میں محفوظ ہے۔ اور ضرورت ہے کہ دنیا اس کو اپنا نصب العین بنالے۔

حضرت حسّانؓ نعت ایوارڈ کا اعلان

حضرت حسّانؓ حمد و نعت بک بینک پاکستان (کراچی) نے سال ۸۶-۸۷ کے دوران نعت کے موضوع پر شائع ہونے والی تین بہترین کتب پر حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ کا اعلان کر دیا ہے۔ منصفین کے فیصلے کے مطابق جناب حافظ لدھیانوی کا نعتیہ مجموعہ "مطلعِ فاران" جناب عاصی کرنالی، کا نعتیہ مجموعہ "نعتوں کے گلاب" اور جناب آرمان اکبرآبادی مرحوم کا نعتیہ مجموعہ "سروشِ سدرہ"، حضرت حسّانؓ نعت ایوارڈ کے مستحق قرار دیے گئے ہیں۔ یہ ایوارڈ عنقریب ایک پُروقار تقریب میں دیے جائیں گے۔

خاکِ پائے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

غوث میاں

حضرت حسّانؓ حمد و نعت بک بینک پاکستان

۳/۱۴۸۴-شاہ فیصل کالونی۔ کراچی نمبر ۲۵

شبِ معراج

وہ شبِ نور بخشِ بینائی — جس سے پُر نور چشمِ سلمائی
وہ شبِ مشک فام عنبر بیز — جس پہ صدقے جمالِ لیلائی
با ہزاراں ہجومِ حسرت و شوق — لے کے مژدہ وصال کا آئی
وہ نبیؐ جس کے نورِ تلقیں سے — عقلِ تیرہ نے روشنی پائی
وہ نبیؐ جس کا مدّعائے ظہور — چہرہ پردازِ عالم آرائی
وہ نبیؐ جس کو ہو کے بے پردہ — صورت اپنی خدا نے دکھلائی
منحصر تھی ظہور پر جس کے — دو جہاں کی ظہور آرائی
وہ نبیؐ جس کا نقطۂ خلقت — مرکزِ دورِ چرخِ مینائی
صفوۃِ آدمؑ تھی جس سے عیاں — نوحؑ کی جس میں کار فرمائی
جس میں فضل و نوالِ ابراہیمؑ — جلوہ گہ با کمالِ زیبائی
جس میں ایثار و بذلِ اسمٰعیلؑ — جس میں اسحاقؑ کی تھی رعنائی
جس سے ظاہر وقارِ یعقوبیؑ — عیصؑ کی جس میں جلوہ پیرائی
حُسن وہ غارت آفرینِ شکیب — جس کی یوسفؑ کریں زلیخائی
جلوہ گہ جس میں لحنِ داؤدیؑ — تھی سلیمانؑ کی جس میں دارائی
جس سے ظاہر شعیبؑ کی عزت — جس میں ایوبؑ کی شکیبائی
پئے مردہ دلانِ منزلِ شوق — جس میں عیسیٰؑ کی تھی مسیحائی
جس میں اوصافِ انبیاء تھے تمام — جس میں تھے سب فضائلِ آبائی
تھا کسی رات اک چٹائی پر — انجمن سازِ کنجِ تنہائی
دل سے ہوتی تھیں راز کی باتیں — ہم زباں خامشی و گویائی
بڑھ کے زنجیرِ در بصد آداب — جبرئیلؑ امیں نے کھڑکائی

سن کے آواز کھٹکھٹانے کی — پوچھا حضرتؐ نے کون ہے بھائی

عرض کی، میں ہوں یار رسول اللہ — آپ کا جان نثار شیدائی

سن کے پھر وہ مدارِ کُن فیکوں — یوں ہوا کام بخش گویائی

کیوں نزول آپ کا ہوا اس وقت — آج کیا دل میں آپ کے آئی

عرض کی، آج داورِ دادار — چلیئے کرتا ہے یاد فرمائی

نگہِ شوق فرشِ راہ کیئے — منتظر ہیں تمام شیدائی

الغرض وہ حقیقتِ دوجہاں — سُن کے یہ مژدۂ دل آسائی

ہو گیا بے قرار چلنے کو — عشق نے برقِ شوق چمکائی

ہر طرف نُزہت آفریں تھا سماں — ہر طرف تھی نشاط آرائی

ہر طرف لالہ کار تھی قدرت — ہر طرف اک بہار تھی چھائی

چرخ نے نیلگوں ردا اپنی — سُرخ رنگِ شفق میں رنگوائی

بن گئے پھول قلبِ افسردہ — کھل گئی جو کلی تھی مرجھائی

شبِ اسریٰ سواریٔ حضرتؐ — جب چلی با ہزار زیبائی

گزرا یوں چرخِ نیلگوں سے براق — جس طرح خُرد بیں سے بینائی

وہ براقِ حسیں سُبک پرواز — وہم میں بھی نہ جس کی چال آئی

سامنے جس کی تیز بالی کے — پر شکستہ تھا مرغِ بینائی

انبیاءؑ نے بھی آسمانوں پر — آمد آمد کی جب خبر پائی

مرحبا کہہ کے بہرِ استقبال — بڑھ کے حضرتؐ کی کی دل افزائی

ہر طرف وہ ملائکہ کا ہجوم — حور و غلماں کی وہ صف آرائی

ہر قدم پر تھی لوٹتی جاتی — زیرِ پا فرش بن کے رعنائی

پیچھے پیچھے تھے جبرئیلِ امیں — آگے آگے ہجومِ رعنائی

اُترے رفرف سے جس گھڑی حضرتؐ — یک بیک غیب سے صدا آئی

عرش و کُرسی کی اے حبیبؐ مرے — کیجیئے بڑھ کے عزت افزائی

ہر قدم تاج بخشِ عرش بریں — ہر نفس معجزِ مسیحائی
دھوم تھی فخرِ انبیاءؑ ہے آج — حجلہ آرائے جلوہ فرمائی
وہ مزین عمامۂ عربی — جس پہ قرباں ہزار زیبائی
دوش پر وہ چھٹے ہوئے گیسو — جلوہ گر جس سے شانِ بطحائی
وہ ردائے مخطّطِ یمنی — دلفریبانہ دوش پر آئی
وہ سراپائے نور تھی جس میں — شانِ رحمت کی جلوہ آرائی
صبح تھی شمعِ رُخ کی پروانہ — شام تھی گیسوؤں کی شیدائی
دیکھ کر جن کو محوِ آرائش — آئینہ بن گئی خود آرائی
پھر وہاں سے مقامِ ادنیٰ میں — طرفۃ العین میں جگہ پائی
بڑھ گیا شوقِ دید حد سے سوا — حسرتیں بن گئیں تماشائی
جوش تھا اختلاطِ باہم میں — گرم تھی بزمِ صحبت آرائی
اُٹھ گیا درمیان سے پردہ — نگہِ منتظر کی بن آئی
ہو کے مشتاقِ دید، حسرتِ دید — پردۂ غیب سے نکل آئی
ایک محوِ جمال، ایک جمیل — اک تماشا تھا اک تماشائی
لی جب آپس کی گرم جوشی نے — رازِ پنہاں نے شکل پیدائی
ذات میں ذات ہو گئی واصل — نور میں نور نے جگہ پائی
اِس کو کہتے ہیں ایک جا ہونا — اِس کو کہتے ہیں شانِ یکتائی
عجزِ ادراک پیش کر توفیقؔ — نہ کر آہنگِ خامہ فرسائی
کس نہ بکشاد ایں معمّا را — کس نہ دریافت رازِ تنہائی

رازہ دارند عاشق و معشوق
تو کۂ کیں طلسم بکشائی

توفیقؔ حیدرآبادی

سیرِ لامکاں

زیرِ قدم جنابِ والا
اعلیٰ سے جو تھا مقامِ اعلیٰ

دل کی تگ و دو تھی دم سے آگے
سر چار قدم قدم سے آگے

آئینۂ رُوئے ذاتِ عالی
اقلیمِ صفاتِ بے مثالی

چمکا ہوا ایمنِ تجلّی
پھیلا ہوا دامنِ تجلّی

وحدت کا کھلا ہوا وہ ناکا
جس میں نہیں دخل ماسوا کا

وارفتۂ خیال جستجو کے
چھاپے لیے خونِ آرزو کے

انسان کی وہاں تھی کب رسائی
آنکھوں میں کشش بٹھا کے لائی

وہ مردمِ چشمِ دین و ایماں
کحل البصر وجوب و امکاں

وہ مرجعِ کار و کارسازی
وہ سرِ نیاز و بے نیازی

آنکھوں کو تلاشِ جلوۂ رب
کانوں میں صدائے نَحْنُ اَقْرَب

آیا سوئے بزمِ لِیْ مَعَ اللہ
آئینے میں جیسے پرتوِ ماہ

پہنچا وہ وہاں، جہاں نہ پہنچے
جبریلؑ کی عقل کے فرشتے

نزدیکِ خدا حضورؐ پہنچے
اللہ اللہ دُور پہنچے

وحدت کے بچھے ہوئے تھے اورنگ
کثرت کے مٹے ہوئے تھے نیرنگ

تھی اوج پہ شانِ مصطفائی
دکھلاتی تھی بندگی خدائی

وحدت کی ہوئی دُوئی میں آمد
مانندِ احد میانِ احمدؐ

عینیت غیر رب کو رب سے
غیریت عین کو عرب سے

ذاتِ احمدؐ تھی یا خدا تھا
سایہ کیا، میم تک جدا تھا

محسن کاکوروی

معراج کی رات

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قُدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے
اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ، یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
تجلّیِ حق کا سہرا سر پر، صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سرّ، عیاں ہوں معنیٔ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رُک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی، وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے
تھکے تھے روح الامینؑ کے بازو، چھٹا وہ دامن، کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، اُمید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے
جُھکا تھا مُجرے کو عرشِ اعلیٰ، گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا، وہ گرد قربان ہو رہے تھے
بڑھ اے محمدؐ، قریں ہو احمدؐ، قریب آ سرورِ ممجّد
نثار جاؤں، یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے، گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا، اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت اُبھارتے تھے

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا، تموّجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا
دَنا کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اُٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا، کدھر سے گزرا، کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا، وہ اپنی آنکھوں سے خود چھُپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دَنا کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے" ارے تھے

وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا، جو بات سننی تھی سن چکے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

نبیٔ رحمت شفیعِ اُمّت، رضاؔ پہ لِلّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصّہ، جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

———— اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی

کارخانۂ عالم میں تعطیل

تحریر: سیّد معظم علی

فرض کرو کہ پانچ سات میل لمبے چوڑے احاطے میں ایک کارخانہ قائم ہے جس میں آٹا پیسنے، نیل نکالنے، کپاس اوٹنے، روئی دھننے، سوت کاتنے، کپڑا بُننے اور کپڑا بھی قسم قسم کا تیار کرنے، کاغذ بنانے، کتاب چھاپنے، قلم بنانے، سیاہی تیار کرنے، تانبے پیتل کانسی کے قسم قسم کے برتن بنانے نیز کرسی، مسہری، صندوق وغیرہ قسم قسم کا فرنیچر بنانے کی مشینیں لگی ہیں۔ ہر مشین پر کام کرنے والے اپنی اپنی مشینوں سے ہفتوں کا کام منٹوں میں تیار کر رہے ہیں۔ ایک طرف دفتر ہے جس میں سیکڑوں نہیں، ہزاروں کلرک دفتری کام انجام دے رہے ہیں۔ مال کی درآمد برآمد لین دین، حساب کتاب کا کام بڑی پھُرتی سے ہو رہا ہے۔ ایک طرف "سٹیم" تیار کرنے کے انجن لگے ہیں۔ کتنے ہی بڑے بڑے بوائلر ہیں جن میں کوئلہ، لکڑی، بھوسی جھونکے جا رہے ہیں، کارکنوں کی نوکرہاں بدلتی رہتی ہیں اور کام چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے۔

ایسے لمبے چوڑے طول طویل کارخانے کی سیر کے لیے جائیے اور اپنے ساتھ ایک کم عقل ناواقف انسان کو بھی لے جائیے۔ اب اس کم عقل انسان کی حیرت و تعجّب کا اندازہ لگائیے جو اس کو اس کارخانے کی بناوٹ پر، اس کی مشینوں پر اور مشینوں کی سُرعتِ کار پر پیدا ہو رہا ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ ایک منٹ میں کئی سیر آٹا پِس جاتا ہے، ایک منٹ میں کئی سیر تیل تیار ہو رہا ہے۔ ایک منٹ میں کئی من روئی

دُھنک جاتی ہے۔ ایک منٹ میں کئی سیر سُوت تیار ہو جاتا ہے، ایک منٹ میں کئی فُٹ کپڑا بُن جاتا ہے۔ اس طرح مشین کی ہر "سُرعت کاری" پر آپ کا ساتھی اِس سے زیادہ حیرت زدہ نہیں ہوتا جتنا آپ سفرِ معراج کی "سُرعت سواری" پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

آپ تو چونکہ ایسی چیزوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور سائنس کی ایجادوں سے کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتے ہیں، اس لیے آپ کو تو کچھ نہیں ہوتا مگر آپ کا وہ ساتھی جس نے ایسی چیزیں کبھی دیکھی سُنی نہ تھیں، حیرت کے ناپیدا کنار دریا میں ڈوبا ہوا ہے۔ پھر بھی مشاہدے سے مجبور ہو کر اتنا تو تسلیم کرتا ہی ہے کہ مشینوں کے ذریعے سے کام بہت جلد اور بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حیرت زدہ انسان کو لیے ہوئے آپ مینجر کے کمرے میں گئے۔ وہ آپ کا ملاقاتی ہے، بڑی خندہ پیشانی سے ملا، ہاتھ ملایا، کرسیوں پہ بٹھایا۔ ابھی مزید کلام کی نوبت نہ آئی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون سن کر آپ کو بتایا کہ کارخانے کا مالک کا فون آیا ہے کہ بیس منٹ کے اندر اندر تمام کارخانے میں تعطیل کر دو۔ تمام انجن، تمام مشینیں، تمام آفس، تمام گودام بند کر دیے جائیں اور کارخانے کے معزز کارکنوں کو لے کر پچیس منٹ کے اندر اندر سٹیشن پر پہنچو۔ ہمارا معزز مہمان، عزیز ترین دوست آرہا ہے۔ کارخانے میں کام کرنے والے اس کی پیشوائی کریں۔ جگہ جگہ اس کی خاطر تواضع کی جائے۔ اور ہمارا محبوب ترین مہمان جب تک رونق افروز رہے گا، کارخانے میں تعطیل رہے گی۔ تھوڑی دیر میں وِسل ہوئی اور کارخانہ بند ہوگیا۔

دس پندرہ دن کے بعد آپ کا رفیق آپ سے اصرار کرتا ہے کہ کسی طرح ایک دفعہ اور کارخانے کی سیر کرا دو، شاید وہیں کہیں معزز مہمان کو دیکھنے کا بھی موقع مل جائے۔ آپ اسے پھر کارخانے میں لائے۔ آج اس کی حیرت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ

دیکھتا ہے کہ اتنے دنوں میں کسی مشین نے کوئی بھی کام نہیں کیا۔ جو مشینیں منٹوں میں جتنا کام کرتی تھیں، انہوں نے دس پندرہ دن میں اتنا تو کیا، کچھ بھی کام نہیں کیا۔ وہ محوِ حیرت ہے، اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ گھبرا کر آپ سے دریافت کرتا ہے کہ جس مشین کا پرزہ جس جگہ اس روز تھا، اسی جگہ اب بھی ہے ——— تو آپ مسکرا کر اسے بتاتے ہیں کہ کارخانے میں تعطیلِ عام ہے، انجن کی سٹیم ہی بند ہے تو مشینوں کے پُرزے کیونکر حرکت کر سکتے ہیں۔ آپ کا جواب سن کر بھی وہ حیرت زدہ آٹے کی مشین کو دیکھتا ہے جو دانہ جس جگہ اس روز تھا، اُسی جگہ آج بھی ہے۔ کپڑے کی مشین کا جو پُرزہ جس دھاگے پر اُس روز تھا، اُسی جگہ آج بھی ہے۔ کاغذ کی مشین میں جو پُرزہ جس حد تک اُس روز پہنچا تھا، وہیں کا وہیں ہے۔ چھاپنے کی مشین نے جو سطر اُس روز چھاپ دی تھی، اُسی پر رُکی ہوئی ہے۔ غرض ہر مشین کا ہر پُرزہ اپنی جگہ ہے، ایک بال برابر بھی آگے نہیں بڑھا، وہ محوِ حیرت ہو کر سوال کرتا ہے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہر مشین کا ہر پرزہ رُکا ہوا کیوں ہے۔ آپ پھر ہنس کر کہتے ہیں، کارخانے میں تعطیل ہے، اور جب تک معزز مہمان رونق افروز رہے گا، کارخانے میں تعطیل رہے گی۔

غرض، اس کم عقل انسان کی حیرت کا ازالہ ہو یا نہ ہو، اُس کی سمجھ میں بات آئے یا نہ آئے مگر واقعہ یہی ہے کہ کارخانے میں تعطیل ہے۔ معزز مہمان مقیم ہے۔ وہ میزبان کے دوستوں، خادموں سے ملاقاتیں بھی کرتا ہے، کارخانے کی سیر بھی کرتا ہے، حیرت میں ڈالنے والی مشینوں کو بھی دیکھتا ہے۔ انجنوں کی آگ اور گرمی کو بھی دیکھتا ہے۔ میزبان سے خلوت و جلوت کی صحبتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور آخر ایک دن رخصت ہونے کا وقت بھی آ جاتا ہے۔ محبت کرنے والا میزبان اپنے چہیتے مہمان کو بہت سے تحائف اور ہدایا دے کر رخصت کرتا ہے۔

معزز مہمان کی سواری کارخانے سے چلتی ہے۔ مقربانِ مالکِ کارخانہ ہم رکاب ہیں۔ سٹیشن سے گاڑی روانہ ہوتی ہے تو کارخانے میں وسل ہوتی ہے۔ وسل کے ساتھ ہی انجنوں سے سٹیم چلتی ہے۔ سٹیم کے آتے ہی ہر مشین کا ہر پُرزہ حرکت میں آتا

ہے دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ جس مشین کا جو پُرزہ جس جگہ رُکا ہوا تھا، اسی جگہ سے حرکت میں آتا ہے۔

اِسی طرح ہو سکتا ہے کہ جب خالقِ عالم اور کارخانۂ کائنات کے مالک حضرتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اپنے محبوب و محب، باعثِ تخلیقِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شرفِ ملاقات اور مہمانی کی عزت سے نوازے اور قُربت کا جو درجہ کسی کو نصیب نہ ہوا تھا، وہ فخرِ عالم سیّد ولدِ آدم حضرت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائے، ـــــ تو اپنے محبوب ترین، عزت والے مہمان کی عزت افزائی کے لیے کارخانۂ عالم کے منیجر حضرت جبرئیلؑ کے نام حکم صادر فرمایا ہو کہ کل کارخانۂ عالم میں تعطیلِ عام کا اعلان کرنے کے بعد

جبریلِ امیںؑ جا کے محمدؐ کو بُلا لا
کہنا کہ بلاتا ہے ترا باری تعالیٰ
سوتا ہے وہ اے قاصدِ محبوبؐ الٰہی
آداب سے پاؤں سے جبیں مل کے جگا لا

حضرت جبرئیلؑ نے حکمِ الٰہی سنتے ہی کارخانۂ عالم میں تعطیل کا اعلانِ عام کر دیا ہو۔ اِدھر مہمانِ الٰہی کا قدم براق کی رکاب پر آیا ہو اور اُدھر کارخانۂ عالم کی سٹیم بند کر دی گئی ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ جس وقت قاصدِ الٰہی اپنی جگہ سے چلا ہے، اُسی وقت تعطیل کا اعلان کر دیا گیا ہو۔

حضورِ اقدس نبیٔ اُمّی محبوب رب العالمین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک سواری کو اُدھر جانے دو، اور تم اس کارخانۂ عالم کی تعطیل کا تصوّر کرو، جس میں زمین، آسمان، چاند، سورج، سیارے، ستارے، پہاڑ، میدان، جنگل، ریگستان، سمندر، خشکی، حیوان، نباتات سب کچھ ہے ـــــ اور پھر، سرکارِ دو عالم، فخرِ بنی آدم حضرت رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفرِ معراج کی طوالت، راستے کے عجائبات، مقربانِ الٰہی سے ملاقاتیں، جنت و جہنم کی سیر اور ملاقاتِ الٰہی کے نقشے پر غور کرو تو

ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا خلجان پیش ہی نہیں آسکتا۔

آپ دیکھیں گے کہ جب کارخانۂ عالم کے مالک و خالق نے کارخانے میں تعطیلِ عام کا حکم نافذ فرمایا تو کارخانے کا ہر چھوٹا بڑا پرزہ اپنی جگہ رُک کر رہ گیا۔ سورج جہاں کا تہاں اپنی جگہ، ہر ستارہ و سیارہ اسی جگہ رُک کر رہ گیا۔ ہوا کا جھونکا رک گیا۔ درختوں کے پتّے، ان کی شاخیں ہوا کی گردش سے کچھ اوپر تھیں، اُوپر رہ گئیں۔ کچھ نیچے تھیں، نیچے رہ گئیں۔ ریگستان میں ریت کے ذرّے جو ہوا میں اُڑ رہے تھے، وہ وہیں اپنی اپنی جگہ ٹھہر کر رہ گئے۔ دریاؤں کی موجیں، نہروں کی روانی وہیں کی وہیں رہ گئی۔ چلنے والوں کے قدم، بولنے والوں کی زبانیں، سونے والوں کی سانسیں وہیں کی وہیں رُکی رہ گئیں۔ جو قدم آگے تھا وہ آگے، جو پیچھے تھا وہ پیچھے۔ جو اُٹھا ہوا تھا وہ اٹھا ہوا اور جو رکھا ہُوا تھا، وہ رکھا رہ گیا۔

کارخانۂ عالم کی ہزاروں لاکھوں کروروں مشینوں اور مشینوں کے پُرزوں پر نظر کرو، سب میں سکون، سب میں خموشی اور سب کی حرکتیں بند نظر آئیں گی۔ کرۂ نار کی حرارت، کرۂ زمہریر کی برودت، کرۂ ہوا کی لہک، سیّاروں کی حرکت —— سب کو چھٹی مل گئی۔ کارخانۂ عالم کے کام کرنے والے جن کو کارکنانِ قضا و قدر کہا جاتا ہے، وہ سب چھٹی پر ہیں۔

مہمانِ الٰہی قربتِ الٰہی کا سفر تمام کر کے اپنے کاشانۂ راحت میں جلوہ گر ہوئے تو کارخانۂ عالم کی تعطیل بھی ختم ہو گئی۔ فلک الافلاک کی سٹیم چلی۔ کرّوں کی باہمی کشش جو بند کر دی گئی تھی، کھول دی گئی تو کارخانۂ عالم کی ہر مشین کا ہر پُرزہ جس جگہ رکا ہوا تھا، اسی جگہ سے حرکت میں آیا۔ کرۂ نار میں حرارت، زمہریر میں برودت، کرۂ ہوا میں لہک پیدا ہوئی۔ درختوں کی شاخیں اور ان کے پتے اپنی جگہ سے حرکت میں آئے۔ دریاؤں کی موجیں، نہروں کی لہریں اپنی جگہ سے اُٹھیں۔ بولنے والوں کی بند زبانیں، چلنے والوں کے رُکے ہوئے قدم، سونے والوں کی تھمی ہوئی سانسیں اپنی اپنی جگہ سے چلیں۔

معراجؐ کی رات

حیرت سے دیکھتے تھے انہیں ہفت آسماں — پہنچے حریم راز میں وہ عرش آستاں
بندے کا حق سے قرب تھا نا قابلِ بیاں — لائے خدا سے از پئے اُمت اک ارمغاں

اک اِذنِ عام ہو گیا قُربِ حبیب کا
قدرت نے خود بتا دیا رستہ قریب کا

سب کو دکھا دیا بشریت کا ارتقا — مردانِ حق کی ہوتی ہے پرواز تا کجا
حُجّت تھی کفر کے لیے معراجِ مصطفیٰؐ — مانے مگر نہ پھر بھی حریفانِ ناسزا

اہلِ رضا کو سُرمۂ "مازاغ" مل گیا
تارِ نظر سے عشق کا ہر چاک سِل گیا

پہنچے وہاں جہاں کہ زماں اور مکاں نہ تھا — کوئی نشانِ جلوہ گہِ بے نشاں نہ تھا
روح الامینؑ کا واسطہ بھی درمیاں نہ تھا — جُز شوقِ وصلِ دوست کوئی ہم عناں نہ تھا

اُس جا ازل سے تا بہ ابد ایک آن تھی
دامن کشاں فقط احدیّت کی شان تھی

ممکن نہیں کسی سے بیانِ حریمِ ھُو — ہر شئے سے ماوریٰ، نہ تعیّن نہ رنگ و بُو
القا، نہ وحی اور نہ پسِ پردہ گفتگو — حُسنِ یگانہ صورتِ آئینہ رُو برو

کھُلتا نہیں یہ راز کہ محبوب کون ہے
طالب ہے کون ان میں سے مطلوب کون ہے

ہر چند اس کے لفظ ہیں اک پردۂ مجاز　　لیکن کھلا نہ سورۂ "والنجم" سے بھی راز
کوئی بیان کر نہ سکا نکتہ ہائے راز　　ششدر رہیں، دم بخود ہیں محبت کے نئے نواز
ثابت ہے سدرہ تک تو پہنچنا حضورؐ کا
آگے مگر گزر نہیں علم و شعور کا

وہ نقطہ جو ہے عالمِ امکاں کی انتہا　　جس سے ہے ماورٰی فقط اک ذاتِ کبریا
اس باب میں بیاں ہے یہ اربابِ کشف کا　　اُس نقطے سے بھی آگے گئے شاہِؐ انبیا
ہر گام پر اُٹھاتے گئے صد حجاب آپؐ
دیدارِ کبریا سے ہوئے فیض یاب آپ

خلوت میں گفتگو جو ہوئی ہے بہم دگر　　جبریلؑ بھی ہے اس کی حقیقت سے بے خبر
بے خود نہ لمحہ بھر بھی ہوئے سیدالبشرؐ　　عینِ شہود میں بھی نہ بہکی کہیں نظر
یہ صحو کا کمال تھا، اعجازِ عشق تھا
یہ ضبطِ بے پناہ بھی اک رازِ عشق تھا

تابِ جمال لائے ہیں میرے حضورؐ ہی　　لاریب پیشِ نور ٹھہرتا ہے نور ہی
رہتی ہے مُشتِ خاک مگر ناصبور ہی　　یہ راز جانتا ہے فقط کوہِ طور ہی
طاقت کہاں بشر کو تماشائے ذات کی
جب تک نہ انتہا ہو تولّائے ذات کی

پردے تعینات کے تھے چاک سر بسر　　ماضی کی طرح فاش تھا مستقبل آپ پر
کیا کیا نہ جانے دیکھا کیے سیدالبشرؐ　　حق کے عجائبات تھے اور آپؐ کی نظر
دیکھی ہے مصطفیٰؐ نے حقیقت قریب سے
بے واسطہ حبیب ملا ہے حبیب سے

———— محشر رسول نگری

شبِ وصال

قیودِ زمان و مکاں توڑ کر
گئے جسم کے ساتھ معراج پر

اہم واقعہ جسم ہی سے ہوا
فقط خواب کی حیثیت ورنہ کیا

ہوا رات کا اِس لیے انتخاب
کہ ہے امرِ غیبی کو لازم حجاب

کیا شانِ محبوبؐ میں اہتمام
کہ دیکھے نشاناتِ ربِّ انام

وہی تھا سمیع اور وہی تھا بصیر
یہ سمجھو کہ راجع کدھر ہے ضمیر

جو سرکارؐ نے دیکھا، جو کچھ سُنا
خدا جانے یا پھر حبیبؐ خدا

تھا منظور جتنا کُھلے واقعہ
کیا اس کا سرکارؐ نے تذکرہ

ابو جہل سا بھی ہے جاہل کہیں
نبیؐ سے بھی سُن کر نہ لایا یقیں

یہی بات بوجہل سے جب سُنی
رفیقِ نبوت نے تصدیق کی

جہالت میں بوجہل ڈوبا رہا
ہوا نام صدیق، بوبکرؓ کا

زہے مرتبت، یوں تخاطُب ہوا
قسم ہے ستارے کی، جب وہ گرا

کہاں ہوتی ان سے بھلا سرکشی
انہوں نے تو کوئی خطا تک نہ کی

سکھاتا انہیں کون رب کے سوا
محمدؐ کا رب ہے شدید القویٰ

ہے مبدا خدا قوت و حُسن کا
دکھلانے لگا جلوۂ فَاستَوٰی

وہ اوجِ افق پر ہوا جلوہ گر
ہوا اپنے پیارے کے نزدیک تر

قریب آئے اتنے محب اور حبیب
کہ تھا قربِ قوسین بلکہ قریب

سید شمس الحق بخاری (حیدرآباد)

شبِ وصال

جب ولادت مصطفیٰؐ کی ارضِ بطحا میں ہوئی
رشک سے کچھ گفتگو تاروں کی دنیا میں ہوئی

آسمانوں پر سکوتِ خشمگیں سا چھا گیا
عرش کو شرم و ندامت سے پسینہ آگیا

عالمِ بالا کو پستی سے رقابت ہو گئی
قدسیوں کے غول میں برپا قیامت ہو گئی

سلسبیل و خلد و کوثر پر اُداسی چھا گئی
نور کی دنیا پہ بے موسم گھٹا سی چھا گئی

شور برپا ہو گیا یکبارگی افلاک پر
سرورِ لولاکؐ کی خلقت ہوئی کیوں خاک پر

جلوہ گاہِ عرش کیا شایانِ پیدائش نہ تھی؟
عرش سے تا چرخ، کیا جلووں کی گنجائش نہ تھی؟

کیوں نوازا فطرتِ بالا نشیں نے خاک کو؟
کیوں یہ ذلت خیز محرومی ملی افلاک کو؟

آج خوش بختی پر اپنی مسکراتی ہے زمیں
آسماں کی رفعتوں پر چھائی جاتی ہے زمیں

ذرّہ ذرّہ چاند سورج بن کر اتراتا ہے آج
فرشِ خاکی عرش کا تارا نظر آتا ہے آج

دی ندا ہاتف نے، اے کرسی و عرش و آسماں
اے بہشت و سلسبیل و کوثر و قدّوسیاں

عالمِ ارضی کی ہے تخلیق مشتِ خاک سے
سب نبی پیدا ہوئے تھے اس کی خاکِ پاک سے

اس لیے ختم النبیؐ کو بھی وہیں پیدا کیا
اور کر دی نسلِ انساں کے شرف کی انتہا

تم نہ گھبراؤ یہاں بھی ہم بلائیں گے انہیں
عرش پر اک رات کو مہماں بنائیں گے انہیں

تاکہ ثابت ہو عروج و ارتقا انسان کا
عالمِ بالا سمجھ لے مرتبہ انساں کا

بعدِ مدت آخرکار آئی وہ وعدے کی رات
بانگِ "سُبحانَ الّذِی اَسریٰ" سے گونجی کائنات

کہکشاں کے قلب سے نکلا سفر کا راستہ
فرش سے تا عرش اک جادہ ہوا آراستہ

جنتوں پر از سرِ نو تازگی چھانے لگی
بُلبلِ سدرہ کے نغموں کی صدا آنے لگی

چاند سورج آئنہ بندی نئی کرنے لگے
قمقموں میں اپنے تارے روشنی بھرنے لگے

بہرِ استقبال صف آرا ہوئے قدسی تمام
جا بجا پیغمبرؑ استادہ ہوئے بہرِ سلام

رات کیا تھی، سلسلہ تھا ایک رنگ و نور کا
کھل پڑا تھا عالمِ مستی میں گیسو حور کا

بے محابا طالب و مطلوب کے ملنے کی رات
خلوتِ قوسین میں محبوب سے ملنے کی رات

جگمگاتی، لہلہاتی، نور برساتی ہوئی
مسکراتی، گنگناتی، گونجتی، گاتی ہوتی

جھومتی، انگڑائی لیتی مستیاں کرتی ہوئی
صبحِ روزِ عید کی سی شوخیاں کرتی ہوئی

رنگِ "مازاغ البصر" کی کیفیت سے سرمگیں
طورِ سینا در کنار و سنگِ اسود بر جبیں

روپ میں لیلیٰ وشی، رفتار اٹھلائی ہوئی
ایک رات اور وسعتِ کونین پر چھائی ہوئی

جیسے اک گھنگھور بادل، جیسے اک رنگین خواب
جیسے جنت کی جوانی، جیسے حوروں کا شباب

آخرِ ماہِ رجب کی وہ نویلی رات تھی
لاکھ راتوں کا خلاصہ ایک اکیلی رات تھی

خوابِ آسودہ فضا تھی، عالمِ اجسام کی
چال مدھم ہو گئی تھی گردشِ ایام کی

اُمِ ہانیؓ کے مکاں میں محوِ راحت تھے حضورؐ
ہو رہا تھا بالا بالا اہتمامِ رنگ و نور

دعوتِ معراج لے کر آئے جبریلِ امیںؑ
عرش کی جانب چلے شاہنشہِ دنیا و دیںؐ

خاکداں کے جھک کے بوسے آسماں لینے لگا
ارتقا انساں کا انگڑائیاں لینے لگا

کس پہ یہ رازِ مشیت ہو سکا ہے آشکار
کون اسرارِ الٰہی کا ہوا ہے رازدار؟

آدمِ اوّل کو جنت سے گرایا خاک پر
جلوہ گستر ابنِ آدمؑ کو کیا افلاک پر

اوّل اوّل آدمی کو عالمِ اسفل ملا
آخر آخر عالمِ کبریٰ ہوا اس کو عطا

پہلے کوہِ طور تک موسیٰؑ کی گیرائی ہوئی — آسماں تک پھر مسیحاؑ کی پذیرائی ہوئی
پھر بلایا عرش پہ اپنے رسولؐ پاک کو — رفتہ رفتہ یوں ملی معراج مشتِ خاک کو
منزلت اس رات کی اک سوچنے کی بات ہے — جو شبِ معراجِ انساں ہے، یہی وہ رات ہے

ہو چکے جب عبد و معبود میں راز و نیاز — ہو گئی انسانیت روحانیت سے سرفراز
قُربتِ محبوب تھی اک گومگو کا ماجرا — یعنی جو دیکھا، وہ دیکھا اور سنا، جو کچھ سنا
تھا یہ منشا اب یہیں رہ جاؤ اے میرے حبیبؐ! — عرش و کرسی کو تمہارا فخرِ قُربت ہو نصیب
سلسبیل و کوثر و تسنیم کو دو آبرو — گلشنِ فردوس کو حاصل ہو تم سے رنگ و بُو
آسمانوں کو تمہارا قُرب وجہِ ناز ہو — عالمِ لاہوت، پابوسی سے سرافراز ہو
ہو گئے خاموش یہ سُن کر رسولِ مجتبیٰؐ — کہہ رہا تھا چپکے چپکے دل، کہ جو تیری رضا
عرش گھبرایا وقارِ سیّدِ ابرارؐ سے — آسماں خم ہو گئے انسانیت کے بار سے
کوثر و تسنیم پر طاری ہوا یکسر سکوت — تھا ملائک کی زباں پر وردِ حَیٌّ لَایَمُوت
رنگ جنّت کا بھی اس تجویز سے فق ہو گیا — فیصلہ جو کچھ ازل کا تھا، وہ برحق ہو گیا
لوٹ آئے جانبِ دنیا رسولؐ کائنات — پیکرِ مُردہ میں جیسے عود کر آئے حیات
محفلِ انساں میں، پھر انسانِ کامل آگیا — قالبِ کونین میں کونین کا دل آگیا
عرشِ عالی ظرف انساں کے نہ قابل ہو سکا — آسماں بارِ نبوت کا نہ حامل ہو سکا

جلوۂ احمدؐ سے دنیا ضوفشاں کر دی گئی
یہ امانت پھر سپردِ خاکداں کر دی گئی،

سیماب اکبرآبادی

لیلۃ الاسریٰ

قوسین میں کونین سمایا شبِ معراج
ہر چیز کو معراج میں پایا شبِ معراج

خود اپنا جمال، اپنی نظر، آئینہ اپنا
کچھ غیر نہ دیکھا، نہ دکھایا شبِ معراج

دن رات سے آزاد ہوا دورِ زمانہ
مرکز ہی پہ محور سمٹ آیا شبِ معراج

وہ ارض و سماوات کی اقطار سے نکلے
سلطان تھا اللہ کا سایہ شبِ معراج

یہ عالمِ وحدت ہے کہ ہے وحدتِ عالم
جز ذات نہ اپنا نہ پرایا شبِ معراج

بے واسطہ محبوب و محب میں ہوئیں باتیں
جبریلؑ کو بھی منہ نہ لگایا شبِ معراج

تھے ظاہر و باطن میں محمدؐ ہی محمدؐ
اوّل کو جب آخر سے ملایا شبِ معراج

حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ

لیلۃ الاسریٰ

عشق مہمان ہوا حسن کے گھر آج کی رات
جذبۂ دل ہے بآغوشِ اثر آج کی رات

اپنے اللہ سے ملنے کے لیے جاتا ہے
اپنے اللہ کا منظورِ نظر آج کی رات

بختِ بیدار نے دی دولتِ سرمد کی نوید
کیوں نہ آنکھوں میں کٹے تابسحر آج کی رات

چاند کیا چیز ہے؟ سورج کی حقیقت کیا ہے؟
پرتوِ ذات سے روشن ہے نظر آج کی رات

ماہ و انجم نے سرِ راہ بچھا دیں آنکھیں
کیونکہ ہے ناقۂ اسریٰ کا سفر آج کی رات

کہکشاں جلوہ فشاں ہے کہ اسی رستے سے
ہونے والا ہے محمدؐ کا گذر آج کی رات

لائی ہے گوندھ کے خود جس کو خدا کی رحمت
ہے وہ سہرا شہِ لولاک کے سر آج کی رات

مل گئی دو نو جہانوں کے خزانے کی کلید
اپنے معراج کو پہنچا ہے بشر آج کی رات

مولانا ظفر علی خاں

معراج کی رات

وہ ایک رات کہ صبحِ ازل سے روشن تر — وہ ایک رات کہ انساں کے ارتقا کی سحر
وہ ایک رات کہ خود اپنے آپ ہی میں سفر

زمیں کی جست تھی جب سوئے آسماں، وہ رات — مکاں نے قصد کیا سوئے لامکاں، وہ رات
زمانہ اُٹھ کے بڑھا سمتِ لازماں، وہ رات

گلے ازل سے ابد بڑھ کے جب ملا، وہ رات — تھی ابتدا سے ہم آغوش انتہا، وہ رات
خود اپنی ذات کا ادراک جب ہوا، وہ رات

وہ ایک رات، کہ باسط بھی تھی، بسیط بھی تھی — وہ ایک رات، کہ واسط بھی تھی، وسیط بھی تھی
وہ ایک رات، کہ مرکز بھی تھی، محیط بھی تھی

وہ ایک رات کہ جب حسن و عشق تھے مدغم — وہ ایک رات کہ یک جاں تھے حدوثِ قدم
وہ ایک رات کہ تھی مجمعِ وجود و عدم

فراق و وصل کا جب کوئی مرحلہ نہ رہا — شہود و غیب میں جب کوئی فاصلہ نہ رہا
یقین و وہم کا جب کوئی مسئلہ نہ رہا

زمانہ محورِ انسانیت پہ گرداں تھا — نظامِ ارض و سما گردِ پائے انساں تھا
عروجِ پیکرِ خاکی پہ عرش حیراں تھا

نہ ہے وہ رات، کہ جس کی ہے روشنی اب تک — خوشا وہ چاند، کہ جس کی ہے چاندنی اب تک
اُسی اُجالے میں چلتا ہے آدمی اب تک

سلامِ خسروی اس رات کے مسافر پر — علوئے مرتبۂ عبدیت کے ناظر پر
مقامِ قربتِ قوسین کے مناظر پر

خسروی (کراچی)

معراج کیوں اور کیسے

تحریر: عبدالتواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۱۲ سنہ نبوت میں آں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج ہوئی۔ اس وقت آپؐ کی عمر اکیاون برس نو مہینے کی تھی۔

پیر کا دن، رجب المرجب کی ستائیسویں تاریخ تھی (تاریخ الخمیس)۔ معراج عروج سے مشتق ہے۔ معراج کے معنیٰ زینہ (سیڑھی) کے ہیں۔ معراج مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک ہے اور "اسرا" مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک ہے۔

اس عنوان کی پہلی آیت (سُبحٰنَ الَّذِیْ) میں اس واقعے کا مختصر بیان ہے۔ سورۂ النجم کی آیات میں زیادہ وضاحت ہے اور احادیثِ صحیحہ میں معراج شریف کی مفصل بحث ہے۔

بعض ظاہر بیں لوگوں کو معراج شریف محال و مستبعد معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو لفظ "سُبحان" سے شروع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ہر قسم کے عیب و نقص اور عجز سے پاک ہے۔ اس قادر و قیّوم کو ایک رات میں اپنے بندہ کو مکہ سے بیت المقدس لے جانا اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جو حضرات معراج شریف کو محال تصوّر کرتے ہیں، وہ خدائے واحد و قدیر کو عجز و نقص کا عیب لگاتے ہیں، حالانکہ ذاتِ خداوندی عیوب و نقائص سے مبرّا و منزّہ ہے۔

اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ نے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا بندہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آیت اسرا میں "بِعَبْدِہٖ" اور سورۃ النجم میں "اِلیٰ عَبْدِہٖ" فرمایا ہے۔ لِبَلَاوٗ

کی تنکیر اس امر کی تصریح کے لیے ہے کہ آپؐ کا یہ سفر رات کے ایک نہایت ہی قلیل جُزو میں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر دال ہے کہ نہایت تھوڑے عرصے میں اپنے بندے کو اس قدر مسافت طے کرادی۔

مسجدِ حرام کا اطلاق کبھی مطلق حرم پر بھی آتا ہے۔ اس صورت میں مسجدِ حرام سے مراد کُل حرم ہوگی۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف فرما تھے اور بعض میں آیا ہے کہ آپؐ اس وقت اُمّ ہانی رضؓ کے گھر میں تھے۔ اس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں کیونکہ اُمِ ہانی کا گھر حدودِ حرم ہی میں تھا۔ اُمِ ہانی رضؓ کے گھر سے حطیم میں آنا، وہاں سے آگے تشریف لے جانا، کوئی امرِ محال نہیں۔

"اقصیٰ" کے معنیٰ عربی میں دُور تر کے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) خانۂ کعبہ سے بہت دور ہے۔ مسجد الحرام اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا زمانۂ نزولِ وحی میں روئے زمین پر اور کوئی مسجد نہیں تھی۔

"اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ"۔ مسجدِ اقصیٰ کے گرد اگرد کو برکت والا اس لیے فرمایا کہ وہاں نہروں، درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے اور یہ مقام انبیاءؑ و صلحاء کا مسکن و مدفن اور ملائکہ کا مہبط ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے تمام انبیاءِ بنی اسرائیل کا قبلہ یہیں تھا۔

اس آیت میں مسجدِ اقصیٰ تک تشریف لے جانا مذکور ہے۔ مسجد کے اندر جانے اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنے اور نماز میں آں حبیبؐ کے امام بننے کی تصریح اس عنوان کی دوسری حدیث میں موجود ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضؓ ہیں۔

اس آیت میں آسمانوں کی طرف تشریف لے جانے کی تصریح نہیں ہے، صرف اشارہ ہی ہے۔ زیادہ صراحت سورۃ "النجم" میں ہے اور احادیثِ صحیحہ میں مفصّل واقعہ مذکور ہے۔

جمہور فقہا، محدثین، متکلمین اور صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ مذہب ہے کہ معراج شریف بیداری کی حالت میں ہوئی اور آپؐ مع جسم مبارک کے مسجدِ حرام

سے مسجدِ اقصیٰ تک تشریف لے گئے۔ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

(شفاء قاضی عیاض)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ تک، پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا لے جایا گیا۔ یہ سب کچھ جسمِ مبارک کے ساتھ بیداری میں تھا۔

لفظِ عبد جو کہ مندرجہ بالا ہر دو آیات میں واقع ہوا ہے، جس کا ترجمہ بندہ ہے۔ روح اور جسد کے مجموعے کا نام ہے۔ اس کا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ آیا ہے، ہر جگہ اس سے مراد روح مع الجسد ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ کیا تو نے (ابوجہل کو بھی) دیکھا جب ہمارا بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسے روکتا ہے۔

(علق پارہ ۳۰)

ظاہر ہے کہ اس آیت میں عبد سے مراد روح مع الجسد ہے، نہ کہ صرف روح۔ کیونکہ ابوجہل صرف روح کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا یعنی جب اللہ کا بندہ محمدؐ نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو قرآن شریف سننے کے لیے جن اس پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ (جن۔ پارہ ۲۹)

ظاہر ہے کہ صرف حضرت کی روح نماز پڑھنے نہیں کھڑی ہوئی تھی۔ نیز سورۂ مریم میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا اس آیت میں بھی عبد سے مراد حضرت زکریاؑ کی روح و جسد دونو ہیں۔ الغرض اس قسم کی مثالیں قرآن شریف میں بہت ہیں کہ عبد سے مراد روح مع الجسد ہے۔

خدائے قادر وقیوم ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے لیے کوئی امر مشکل نہیں ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یٰس ع ۵۔ پارہ ۲۳) یعنی جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو

فرماتا ہے کہ ہو جا۔ پس وہ کام ہو جاتا ہے۔

پس جس خدا نے خلافِ عادت ذکریاؑ کے بڑھاپے میں اور باوجود ان کی بیوی کے بانجھ ہونے کے، لڑکا عطا فرمایا۔ اور جس خدا نے حضرت مریمؑ کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے، عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو پیدا فرمایا۔ بے شک اس خدا کی قدرت ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم کو معراج مع الجسد کرا سکتا ہے۔ جب اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدعو فرمایا تو مہمان نوازی اس امر کی مقتضی تھی کہ آپ کا خاص طور سے احترام کیا جائے۔ چونکہ آپ سید المرسلین فخر الاولین والآخرین ہیں اور سید میں دوسروں کے تمام کمالات بدرجۂ اتم ہونے چاہئیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جہاں خدائے پاک نے حضرت موسیٰؑ سے مع الجسد کوہِ طور پر باتیں کیں اور اپنے نور کا جلوہ دکھایا (اگرچہ موسیٰؑ اس جلوۂ خداوندی کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے) وہاں جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے شایانِ شان درجۂ قرب عطا فرمایا جاتا، ان کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کی جاتی۔

علاوہ ازیں آپؐ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی فوقیت حاصل تھی اور چونکہ وہ آسمان پر زندہ مع الجسم اٹھائے گئے تھے۔ اس لیے آپؐ کو حضرت عیسیٰؑ سے بڑھ کر سرفراز فرمانا ضروری امر تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن معراجِ روحانی کی صورت میں یہ بات حاصل نہیں، اس لیے بھی معراجِ جسمانی ہی ثابت ہوتی ہے۔

منکرینِ معراج کے بعض شبہات اور ان کے ازالے کی صورتیں بھی ملاحظہ فرمائیے:

سوال: آسمان کا وجود نہیں۔ آسمان پر تشریف لے جانا اور جسمانی معراج کا ہونا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

جواب: حکیم فیثا غورث اور اس کے بعد اس کے تلامذہ اور مقلدین نے آسمان کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اور انکار سے عدم ثابت نہیں ہوتا ہزاروں سے بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے فلاسفر، تمام جہاں کے عقلاء و حکمائے فلسفے کے موجد، یونان کے دانا، آسمانوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔ محض یہ کہنا کہ اگر

آسمان موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، کچھ وقیع امر نہیں۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان باریک سے باریک اور اعلیٰ درجہ کی دوربینوں سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ زمین اور سمندر کی تہہ میں اور پہاڑوں کے اندر ایسی چیزیں ہزارہا مخفی ہیں جن کو انسان کسی دوربین سے نہیں دیکھ سکتا۔ شیشے کا گلوب اگر کسی روشن چراغ پر فاصلے سے رکھا جائے تو دیکھنے والے کو صرف جلتا ہوا چراغ ہی نظر آئے گا، شیشہ کسی طرح نظر نہیں آسکتا۔ پس شیشے کا نظر نہ آنا انکار کی کوئی دلیل نہیں۔

آسمان شیشے کی طرح صاف ہے، حدِ نگاہ سے دور ہے، اس لیے نظر نہیں آسکتا۔ مگر نظر نہ آنا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

سوال:۔ آسمان کا وجود ماننے کے بعد حکمائے قدیم کے خیال کے مطابق یہ ماننا پڑے گا کہ آسمان مثل پیاز کے چھلکوں کے، پرت در پرت ہیں۔ لہٰذا خرق والتیام، پھٹنے اور جڑنے کے قابل نہیں۔

جواب:۔ یہ شبہ صرف حکیم بطلیموس کی تقلید سے پیدا ہوا۔ وہ تو آسمان کے ٹھوس اور سخت، ایک سے ایک ملے ہونے کا قائل تھا۔ اسی کے نکالے ہوئے نظام کو مسلمانوں نے عربی زبان میں نقل کیا۔ حالانکہ خود حکما ہی نے اس نظام کو باطل کر دیا اور آسمانوں کا ایسا سخت جسم ہونا کہ جس میں کوئی چیز پھر نہ سکے، غلط ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ ہزارہا تارے، چاند سورج گردش کرتے ہیں۔ اگر آسمان ٹھوس ہوتے تو ستاروں وغیرہ کی گردش کیسے ممکن ہوتی۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اُن میں دروازے اور راستے نہیں ہیں۔ اور جو یہ بھی فرض کیا جائے تو یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ پھٹنے اور جُڑنے کے لائق نہیں۔

جو دلیل حکمائے قدیم نے آسمانوں کے نہ پھٹنے پر قائم کی ہے، وہ کئی جگہ سے مخدوش ہے کیونکہ اس کے مقدمات ممنوع ہیں۔

صرف قیاس میں نہ آنے سے کوئی امر محال نہیں ہوسکتا۔ خود زمین کی حرکت

کو دیکھو۔ اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹہ میں طے کرتی ہے۔ یعنی توپ کے گولے سے ایک سو بیس گنا جلد حرکت کرتی ہے۔ پھر نہ زمین کے اجزاء میں تفرق ہوتا ہے اور نہ ہم کو کسی قسم کی پریشانی ہوتی ہے۔

اور جن لوگوں کے نزدیک آفتاب متحرک ہے اور زمین ساکن ہے تو آفتاب زمین سے دس کروڑ میل کے فاصلہ پر ہونے سے اس کا مدار ساٹھ کروڑ میل کا ہوا۔ اور ساٹھ کو چوبیس پر تقسیم کرو تو ہر ساعت میں اڑھائی کروڑ میل آفتاب کی حرکت ہوئی۔ حالانکہ اس قدر تیز حرکت سے بھی نہ آفتاب کا جسم پھٹتا ہے، نہ اس کے اجزاء میں تفرق ہوتا ہے۔ اب اس سے زیادہ تیز حرکت کو دیکھو۔ روشنی جو آفتاب سے ہم تک پہنچتی ہے اس کی حرکت ایک دقیقہ یعنی ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ روشنی ایک عرض ہے جو دوسرے جسم سے قائم ہے اور کلام جوہر کی حرکات میں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ روشنی عرض ہے۔ بلکہ روشنی ایک جسم ہے جو چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے اور وہ اجزاء نہایت تیزی کے ساتھ روشن جسم سے سب طرف پھینکے جاتے ہیں۔ پھر جب حرکت کی تیزی کی کوئی انتہا نہ نکلی اور نہ جسم کی سختی کی، تو اس صورت میں خدائے کریم قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ایک جسم مبارک کو جتنی چاہیے اُتنی تیز روی عنایت فرمائے۔ اگرچہ وہ ہمارے قیاس اور عادت سے بعید ہو۔

ابوجہل نے اپنے ہی قیاس سے معراج شریف کو بعید سمجھ کر انکار کیا اور حضرت صدیق اکبرؓ نے عقلِ سلیم سے کام لیا اور معراجِ مقدس کی تصدیق فرمائی، اور صدیق کا لقب پایا۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے)

سوال: (الف) جسمِ عنصری ہوا کے بغیر اور حرارتِ شدیدہ کی وجہ سے صحیح وسالم نہیں رہ سکتا۔ پھر آپؐ مع جسمِ مبارک کے کُرّۂ نار سے کیونکر صحیح وسالم گزر گئے۔

(ب) انسان کثرتِ برودت (خنکی) کی وجہ سے کرۂ زمہریر سے بھی نہیں گزر

سکتا۔ کیونکہ انسان کے لیے شدّتِ برودت کے باعث سانس لینا دشوار اور بے سانس لئے زندگی محال ہے۔

جواب: (الف) یہ امر مسلمہ ہے کہ آگ کا خاصا احراق (جلانا) ہے۔ اور بعض چیزوں کا خاصہ آگ میں جلنا ہے۔ اوّل کو فعل اور دوسرے کو انفعال یا تاثیر اور اثر کہتے ہیں۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ ہر ایک چیز کے خواص اس سے علیحدہ اور جدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مختلف ادویہ کے احتیاط سے اور ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے اثر زائل یا معتدل ہو جاتا ہے۔ لہذا کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری کو آگ میں جلنے سے مامون و محفوظ رکھا۔ اسی طرح آں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر میں بھی اطفاء نار کا خاصہ ودیعت رکھا ہو۔ اور اس وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کرۂ نار سے صحیح و سالم تشریف لے گئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگ میں روشنی باقی رہے اور احراق (جلانے) کا مادہ مفقود ہو، جیسے ولایتی آتش بازی اور پھلجھڑی وغیرہ۔

اِس قسم کی آتش بازیوں میں آگ جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر یہ آگ دوسری چیز کو جلاتی نہیں۔ اسی طرح بعض تو ایجاد چُغے ہیں جن کو یورپ میں پہن کر آگ میں کود پڑنے سے بھی آگ اثر نہیں کرتا۔

سمندر کیڑا آگ میں رہتا ہے۔ آگ کو آبِ حیات جانتا ہے، نہ جلتا ہے نہ مرتا ہے۔

گیس کے ہنڈوں میں بجلی کے لمپوں میں ایک جالی دار سوتی کپڑا ہوتا ہے۔ اُس پر ولایتی گھاس کا روغن ہوتا ہے۔ اسی لیے روشنی صاف ہو کر اچھی طرح روشن ہوتی ہے۔ یہ کپڑا نہیں جلتا۔ اِسی طرح آں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مبارک کا پسینہ حضور ﷺ کو کرۂ نار سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور آپ کی مقدس ذات کے اثرات سے کرۂ نار کی آگ روشن اور زیادہ صاف ہو سکتی ہے۔

سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ تیزی حرکت کی کوئی مقدار معیّن نہیں ہو سکتی۔

شبِ معراج

شبِ اسریٰ ہے دل یادِ رخِ محبوبؐ داور میں
شبینہ ختمِ قرآں کا ہے آج اللہ کے گھر میں

ہے شامِ وصل سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی جہاں بھر میں
شبِ معراج آئی ہے خدائی رات ہر گھر میں

تجلی عرش کی ہے جلوہ آرا ہفت کشور میں
سحر تک شام سے ہے لامکاں کا نور ہر گھر میں

نرالے ساز و ساماں مسرت ہیں جہاں بھر میں
مچی ہے عیدِ معراجِ نبیؐ کی دھوم ہر گھر میں

بیاضِ دہر ہے تفسیر نُورٌ فَوقَ نُورٍ کی
ہیں اوراقِ جہاں لپٹے ہوئے رحمت کی چادر میں

اُتارے ہیں ستارے چرخ نے بطحیٰ کے ذرّوں پر
کیا ہے چاند کو افلاک نے صدقے نچھاور میں

بنے ہیں درّۃ التاجِ سعادت اختر و انجم
ہے شاہی عالمِ انوار کی شب کے مقدّر میں

نہ کیوں رشکِ دُرِ خوش آب ہو ہر قطرۂ شبنم
کہ پچھلی رات ہے بھیگی ہوئی ہے آبِ گوہر میں

ہے اطلاقِ "علی العرش استویٰ" جس نورِ مطلق پر
شبِ معراج ہے وہ انتظارِ دیدِ سرورؐ میں

حریمِ عرش پر ہیں دعوتِ محبوبؐ کے ساماں
بنی آرائشیں ہیں لامکاں تک راستہ بھر میں

عجب عالم درِ عالم خُلد کی ہے شانِ آرائش
لگے ہیں آئینے رحمت کے ہر دیوار و ہر در میں

فرشتے خیر مقدم کے ترانے گاتے پھرتے ہیں
ہے شورِ مرحبا سبّوحیانِ خُلد و کوثر میں

درِ جنّت پہ ہیں بہرِ سلامی صف بہ صف حاضر
قبائیں حور و غلماں نور کی پہنے ہوئے بر میں

چلے آتے ہیں قدسی سوئے کعبہ عرشِ اعظم سے
ملائک سر بسجدہ آج ہیں اللہ کے گھر میں

ہے جبریلِ امیںؑ کو حکم، جائیں جانبِ کعبہ
کہیں آداب سے یہ خدمتِ محبوبِ داور میں

مبارک باد سلطانِ دو عالم عرش پر چلیے
ہیں صدقے' یاد ہے سرکارؐ کی دربارِ داور میں

"فقُم قم یا حبیبی کم تنامی" ہے ادھر لب پر
اِدھر یہ منہ لپیٹے ناز سے سوتے ہیں چادر میں

شبِ معراج

شبِ اسریٰ ہے دل یادِ رُخِ محبوبؐ داور میں
ہے شامِ وصل سُبحٰنَ الّذِی اَسْریٰ جہاں بھر میں
تجلّی عرش کی ہے جلوہ آرا ہفت کشور میں
نرالے ساز و سامانِ مسرّت ہیں جہاں بھر میں
بیاضِ دہر ہے تفسیرِ نُورٌ فَوْقَ نُوْرٍ کی
اُتارے ہیں ستارے چرخ نے بطحیٰ کے ذرّوں پر
بنے ہیں درّة التّاجِ سعادت اختر و انجم
نہ کیوں رشکِ دُرِ خوش آب ہو ہر قطرۂ شبنم
ہے اطلاقِ "علی العرش استویٰ" جس نورِ مطلق پر
حریمِ عرش پر ہیں دعوتِ محبوبؐ کے ساماں
عجب عالم درِ عالم خُلد کی ہے شانِ آرائش
فرشتے خیر مقدم کے ترانے گاتے پھرتے ہیں
درِ جنّت پہ ہیں بہرِ سلامی صف بہ صف حاضر
چلے آتے ہیں قدسی سوئے کعبہ عرشِ اعظم سے
ہے جبریلِ امیںؑ کو حکم، جائیں جانبِ کعبہ
مبارک باد سلطانِ دو عالم عرش پر چلیے
"فقم قم یا حبیبی کم تنامی" ہے ادھر لب پر

شبینہ ختمِ قرآں کا ہے آج اللہ کے گھر میں
شبِ معراج آئی ہے خدائی رات ہر گھر میں
سحر تک شام سے ہے لامکاں کا نور ہر گھر میں
مچی ہے عیدِ معراجِ نبیؐ کی دھوم ہر گھر میں
ہیں اوراقِ جہاں لپٹے ہوئے رحمت کی چادر میں
کیا ہے چاند کو افلاک نے صدقے نچھاور میں
ہے شاہی عالمِ انوار کی شب کے مقدّر میں
کہ پچھلی رات ہے بھیگی ہوئی ہے آبِ گوہر میں
شبِ معراج ہے وہ انتظارِ دیدِ سرورؐ میں
بنی آرائشیں ہیں لامکاں تک راستہ بھر میں
لگے ہیں آئینے رحمت کے ہر دیوار ہر در میں
ہے شورِ مرحبا سیّو جیانِ خُلد و کوثر میں
قبائیں حور و غلماں نور کی پہنے ہوئے بر میں
ملائک سر بسجدہ آج ہیں اللہ کے گھر میں
کہیں آداب سے یہ خدمتِ محبوبؐ داور میں
میں صدقے یاد ہے سرکارؐ کی دربارِ داور میں
اِدھر یہ منہ لپیٹے ناز سے سوتے ہیں چادر میں

بصد تعظیم تلووں سے جبیں جبریلؑ ملتے ہیں
کہ ہو محسوس کچھ ٹھنڈک کفِ پائے منوّر میں

اُدھر روح الامینؑ ہیں مضطرب بیدار ہوں آقا
اِدھر یہ سب ادائیں ہیں نگاہِ بندہ پرور میں

غرض چشمِ خدا بیں کھول دی کچھ ہنس کے فرمایا
جلالِ حق کی اک بجلی سی کوندی ہفت کشور میں

قدم فرطِ ادب سے حضرتِ جبریلؑ نے چومے
پیامِ حق سنایا خدمتِ محبوبؐ داور میں

سواری کو براقِ برق وش حاضر کیا لا کر
لیا نورِ خدا نے آپ کو آغوشِ اطہر میں

صدا آئی کہ بسم اللہ "سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی"
چلے کعبہ سے تا بیت المقدس آئے دم بھر میں

یہاں سب انبیائے ماسبق نے پیشوائی کی
نمازِ شب ادا کی اقتدائے ذاتِ سرور میں

پڑھا ہر ایک نے اپنی صفاتِ خاص کا خطبہ
ہوئے مصروف سب حمد و ثنائے ربِّ اکبر میں

یہاں سے ہو کے فارغ عالمِ افلاک تک پہنچے
نئے منظر نظر کے سامنے تھے راستے بھر میں

قریبِ عرش پہنچے، حالتِ نار و جناں دیکھی
ہوئے داخل درِ قوسین سے دربارِ داور میں

سُنی آوازِ پیہم "اُدنُ مِنّی یا محمّد" کی
تقاضا قُرب کا ہوتا رہا ہر آن دیگر میں

ہوا قوسین میں یہ اتّصال کثرت و وحدت
اُٹھا رازِ جزو و کل، گم ہوا قطرہ سمندر میں

عطیاتِ الٰہی سے وہ اعزاز و شرف پایا
ازل سے تا ابد ممکن نہ تھا جو بختِ دیگر میں

ازل کی دولتیں پائیں، ابد کی نعمتیں پائیں
غرض سب کچھ ملا، تھی کیا کمی اللہ کے گھر میں

ہوا فرمانِ "اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی" صادر
خدا نے جمع کر دیں خوبیاں سب ذاتِ برتر میں

بھرے اُمت نے خاطر خواہ سب دامن میں چُن چُن کر
گرے جو مغفرت کے عرش سے موتی نچھاور میں

ہوئی تسکینِ خاطر بخششِ اُمّت کے وعدہ پر
ملا عیشِ ابد ان نغمہ ہائے روح پرور میں

تقرّب کے مدارج صاحبِ معراج طے کر کے
حریمِ لامکاں سے آ گئے اللہ کے گھر میں

بنا عرش اس سفر میں فرشِ پا انداز کی صورت
زمیں سے عرش تک آئے گئے سرکارؐ دم بھر میں

ضیاؔ یوں طے ہوا دم بھر میں وقفہ آمد و شُد کا
تھی جنبش میں ابھی زنجیر اور گرمی تھی بستر میں

لسان الحسان علامہ ضیاؔ القادری بدایونی رح

سیرِ لامکاں

عازمِ عرشِ خدا ہیں شہِ دیں آج کی رات
کتنا دلکش ہے سفر کتنی حسیں آج کی رات

سوئے کعبہ ہے رُخِ رحمتِ ربِّ کعبہ
ہے زمیں بوسِ حرم عرشِ بریں آج کی رات

یہ ہے معراجِ مقامِ بشریت لاریب
ہے بشر عرشِ الٰہی کے قریں آج کی رات

عقل حیراں ہے تمیزِ جز و کُل کون کرے
نُورِ مطلق میں ہے گُم نورِ مبیں آج کی رات

عبد و معبود سے معمور ہے بیتِ معمور
ایک ہی گھر میں ہیں مہمان و مکیں آج کی رات

عرش کے تاروں نے چمکا دیے ذرّوں کے نصیب
آسماں بن گئی کعبہ کی زمیں آج کی رات

نظر آتا ہے ہر اک نقشِ کفِ پائے رسولؐ
گوہرِ تاجِ سرِ عرشِ بریں آج کی رات

شام سے خلوتِ سلطانِ شبِ اسرا میں
شمع بردار ہیں جبریلِ امیں آج کی رات

پھول برساتے ہوئے آتے ہیں جنت سے ملک
دشتِ فاراں ہے فردوسِ بریں آج کی رات

چاند کعبہ کا ہے تا عرش فقط جلوہ فروز
گم مہ و مہر ہیں پردوں میں کہیں آج کی رات

شبِ اسرا کے سبب قدرِ شبِ قدر بڑھی
لیلۃ القدر یہ مانا کہ نہیں آج کی رات

کتنی محبوب ہے جبریلؑ کی یہ شانِ نیاز
اُن کے تلووں سے رگڑتے ہیں جبیں آج کی رات

بڑھ سکے جب حدِ سدرہ سے نہ آگے جبریلؑ
پہنچے تا اوجِ دنا سرورِ دیںؐ آج کی رات

دیکھ کر دیدۂ حق بیں سے جمالِ رخِ ذات
علم ہے معترفِ حسنِ یقیں آج کی رات

ہوں سرِ شام سے کعبہ میں ضیاؔ سر بسجود
تابشِ عرش سے روشن ہے جبیں آج کی رات

ضیاء القادری بدایونیؒ

لیلۃ الاسرا

اے تعالی اللہ! کیا شان شبِ معراج ہے
ہر شرف، ہر اوج شایان شبِ معراج ہے

عاشقِ سلطانِ اسریٰ ہے خدائے حُسن و عشق
کُل جہاں ممنون احسانِ شبِ معراج ہے

خُسروِ کون و مکاں ہیں دو جہاں کے تاجور
سرورِ کونینؐ سلطانِ شبِ معراج ہے

حُکمِ حق پر آئے ہیں مکّہ سے وہ سوئے فلک
تاجدارِ عرش مہمانِ شبِ معراج ہے

انبیاء و مرسلینؑ اقصیٰ میں ہیں جلوہ فروز
کتنا دلکش ساز و سامانِ شبِ معراج ہے

ہے چراغِ طور، کعبہ کا ہر اک روشن چراغ
ماہِ طیبہؐ ماہِ تابانِ شبِ معراج ہے

اللہ اللہ نقشِ پائے مصطفیٰؐ کی آب و تاب
ذرّہ ذرّہ مہر رخشانِ شبِ معراج ہے

سینہ روشن کیوں شبِ اسریٰ کے جلووں سے نہ ہو
دل ضیاؔ شمعِ فروزانِ شبِ معراج ہے

علامہ ضیاء القادری رح

لیلۃ الاسریٰ

انجم و شمس و قمر آئنہ دارِ معراج
حلقۂ کاہکشاں راہ گزارِ معراج

کی ہے صدّیق رضؓ نے تصدیقِ وقارِ معراج
اہلِ اسلام کے ایماں ہیں نثارِ معراج

لے کے جبریلِ امیںؑ آئے ہیں جنت سے بُراق
ہیں رواں سوئے فلک شاہسوارِ معراج

"آسماں بارِ امانت نتوانست کشید"
دوشِ سلطانِ رُسل حاملِ بارِ معراج

ہو گئی ظُلمتِ باطل دو جہاں سے کافور
ہے شبِ قدر کا مژدہ شبِ تارِ معراج

نہ ہوا اوج کسی اور نبیؑ کو یہ نصیب
ذاتِ محبوبؐ کو حاصل ہے وقارِ معراج

جاودانی ہے عجب ساقیٔ کوثرؐ کا یہ فیض
ہے ہر اک آنکھ میں تا حشر خمارِ معراج

خالقِ عرش کے جلووں سے ہے آباد یہ گھر
بیتِ معمور ہے خلوت گہِ یارِ معراج

نہ ہوا کوئی سرافرازِ وصالِ رب سے
ہے ضیاؔ نعمتِ کُبریٰ میں شمارِ معراج

—— علامہ ضیاء القادری بدایونی رح

شبِ وصال

شمع بر کف تھے فرشتے شبِ معراجِ نبیؐ — تھے عیاں عرش کے جلوے شبِ معراجِ نبیؐ

دم زدن میں وہ گئے کعبہ سے تا اَوجِ دَنا — جگمگاتے رہے تارے شبِ معراجِ نبیؐ

خالقِ عرش کا فرماں لیے جبریلِ امینؑ — عرش سے کعبہ میں آئے شبِ معراجِ نبیؐ

مائلِ خواب شہِ کون و مکاں کو پایا — نئے منظر نظر آئے شبِ معراجِ نبیؐ

ادب آموز تکلّف سے کیا یوں بیدار — چُومے سر آنکھوں سے تلوے شبِ معراجِ نبیؐ

حق کا پیغام دیا پیش کیا لا کے بُراق — دیکھے یہ تازہ کرشمے شبِ معراجِ نبیؐ

شہسوارِ عربی کو لیے جبریلؑ امیں — پہنچے اقصیٰ میں حرم سے شبِ معراجِ نبیؐ

مقتدی مسجدِ اقصیٰ میں بفرمانِ جلیل — انبیاء ہو گئے سارے شبِ معراجِ نبیؐ

جیسے شیشہ سے گزرتی ہے نظر یوں سرکارؐ — حدِ افلاک سے گزرے شبِ معراجِ نبیؐ

منزلِ قرب میں بے پردہ بچشمِ ظاہر — دیکھے اللہ کے جلوے شبِ معراجِ نبیؐ

آج کی رات ہے اللہ کے دیدار کی رات — حوریں گاتی تھیں یہ نغمے شبِ معراجِ نبیؐ

گرم بستر رہا، ہلتی رہی زنجیرِ مکاں — عرش تک یوں گئے آئے شبِ معراجِ نبیؐ

اب کہاں ہائے ضیاؔ وہ رجبی کے جلسے

جشن برسوں کیے ہم نے شبِ معراجِ نبیؐ

علامہ ضیاء القادریؒ

سیرِ لامکاں

محبوبؐ سے منسوب ہے معراج کی رات
کونین میں کیا خوب ہے معراج کی رات
ہر رات سے افضل ہے شبِ قدر مگر
اللہ کو محبوب ہے معراج کی رات

اقلیم دو عالم کے انہیں راج ملے
من جانبِ حق تخت ملے تاج ملے
"قوسین" و "دنیٰ" و "فتدلیٰ" میں ضیا
وہ اپنے خدا سے شبِ معراج ملے

سامانِ سکوں جو دلِ بے چین میں ہیں
شاہنشہِؐ کونین جو کونین میں ہیں
قرآن ہے شاہد شبِ اسرا وہ ضیا
واصل بخدا خلوتِ "قوسین" میں ہیں

سب شاہ و گدا جن کے ہیں محتاج بنے
کونین کے وہ عرش پہ سرتاج بنے
مختارِ جہاں، ہادیٔ کلؐ، ختمِ رسلؐ
نوشاہِ دو عالم شبِ معراج بنے

کیا کیا سرِ عرش آپؐ کے اعزاز ہوئے
فردوسِ نظر غیب کے سب راز ہوئے
خلوت گہِ "قوسین" میں بے پردہ ضیا
دیدارِ الٰہی سے سرافراز ہوئے

نازاں ہوں مقدر پہ وہ محتاج ہوں میں
دُور از ہوسِ سلطنت و تاج ہوں میں
ہے اوجِ گدائی بہت ارفع میرا
محتاجِ درِ صاحبِؐ معراج ہوں میں

ضیاءؔ القادری بدایونی رح

معراج کی رات

اُمِ ہانیؓ کے مکاں میں شہِ والا تھے مکیں
لائے پیغامِ خدا عرش سے جبریلؑ امیں

چرخ سے بارشِ انوار ہوئی تا بہ زمیں
سعیِ جبریلؑ سے بیدار ہوئے سرورِؐ دیں

خسروِ عرشِ علیٰ، سرورِ ذی جاہ سلام
آپؐ پر اے شبِ معراج کے نوشاہ سلام

خُلد سے روحِ امیںؑ لائے سواری کو براق
قلبِ انور پہ تھا اس وقت غمِ اُمّت شاق

آپؐ کے مسجدِ اقصیٰ میں نبی تھے مشتاق
عازمِ عرش یہاں سے ہوئے شاہِؐ آفاق

خسروِ عرشِ علیٰ، سرورِ ذی جاہ سلام
آپؐ پر اے شبِ معراج کے نوشاہ سلام

رک گئے منزلِ سدرہ پہ جنابِ جبریلؑ
ہو گئی ختم براقِ نبویؐ کی تعجیل

عرض جبریلؑ نے کی شہؐ سے بغیرِ تاویل
لو سلام اپنے فدائی کا اب اے ابنِ خلیلؑ

خسروِ عرشِ علیٰ، سرورِ ذی جاہ سلام
آپؐ پر اے شبِ معراج کے نوشاہؐ سلام

ہو سلام آپؐ پہ اے شاہ سوارِ رفرف
ہو سلام آپؐ پہ سرتاجِ رسولانِ سلف

ہو سلام آپؐ پہ مخلوق سے اعلیٰ، اشرف
عرشِ اعظم پہ سلامی ہیں ملک صف در صف

خسروِ عرشِ علیٰ، سرورِ ذی جاہ سلام
آپؐ پر اے شبِ معراج کے نوشاہ سلام

لسان الحسّان علّامہ ضیاء القادری بدایونی رح

معراج النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خسروِ کون و مکاں، تاجورِ ملکِ عرب — اُمِّ ہانیؓ کے یہاں سوئے ہوئے آپؐ تھے جب

عرش پر آپؐ بلائے گئے معراج کی شب — آئے جبریلؑ یہ کہتے ہوئے با حُسنِ ادب

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

لائے تھے خُلد سے جبریلؑ براقِ جنّت — دیکھا سرکارؐ کو ہیں مائلِ خوابِ رحمت

بولے جبریلِؑ امیں "اُٹھیئے میں قرباں، حضرت! — چلیئے تا عرش کہ مشتاق ہے ربُّ العزت

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

آگئے کعبہ سے تا مسجدِ اقصیٰ، سرکار — منعقد سارے رسولوںؑ کا یہاں تھا دربار

کی امامت شہؐ والا نے بصد جاہ و وقار — ہر نبیؑ نے شہؐ کونین سے کی یہ گفتار

"آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام"

آیا اقصیٰ سے براقِ نبویؐ سدرہ تک
طے کیے آپؐ نے دم بھر میں درِ ہفت فلک

تاحدِ چشم و نظر نورِ خدا کی تھی جھلک
ٹھہرے جبریلؑ، کہا "اے ملکؐ جن و ملک

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام"

درِ سدرہ ہے یہ، میں جا نہیں سکتا آگے
کہ ہے خلوت کدۂ عرشِ معلاؔ آگے

لامکاں کہتے ہیں وہ گھر ہے خدا کا آگے
"قابَ قوسین" ہے آگے "فتدلیٰ" آگے

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

آگیا بہرِ سواری شہِ دیں کی رف رف
دیکھا شہؐ نے کہ ہے اک عالمِ انوار بکف

نہ یہاں نامِ خلف ہے نہ یہاں نقشِ سلف
نہ یہاں حاجتِ درباں، نہ فرشتوں کی ہے صف

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

منظرِ اوجِ "دنیٰ" اور "فتدلیٰ" دیکھا
خود کو انوارِ الٰہی سے مجلاؔ دیکھا

حجلۂ قربِ خدا، عرشِ معلیٰ دیکھا
اپنے اللہ کا بے پردہ تجلاؔ دیکھا

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

مژدہ اے مردِ مسلماں! شبِ معراج ہے آج
صفِ عشّاق ہے شاداں، شبِ معراج ہے آج

ہے دو عالم میں چراغاں، شبِ معراج ہے آج
ہیں ضیاؔ! ہم بھی ثنا خواں، شبِ معراج ہے آج

آپؐ پر صاحبِ معراج، ہزاروں ہوں سلام
آپؐ پر عرش کے سرتاج، ہزاروں ہوں سلام

——— علامہ ضیاء القادری بدایونیؒ

معراج کی راتؐ

اُمِّ ہانیؓ کا مکاں، قبلۂ مقصود ہے آج
رونقِ خلد و جناں کعبہ میں موجود ہے آج

رات کی تیرگی اس رات سے نابود ہے آج
لب پہ ہر ذرّہ کے یہ نغمۂ مسعود ہے آج

اے شہِ عرش نشیں، صاحبِ معراج سلام
جاں نثاروں کا سُنیں اپنے حضورؐ آج سلام

ہیں جو واقفِ ادبِ اہلِ صفا سے جبریل
آج آئے ہیں نئی شان و ادا سے جبریلؑ

سَر کو ملتے ہیں نبیؐ کے کفِ پا سے جبریل
عرض کرتے ہیں یہ محبوبِؐ خدا سے جبریل

"آپؐ کو آپ کے اللہ نے بھیجا ہے سلام
آپؐ پر رب کی طرف سے شبِ اسریٰ ہے، سلام"

اے مِیں قرباں، ہے یہ فرمانِ خداوندِ ودود
آئیے ختمِ رسلؐ، سوئے مقامِ محمود

ہے سواری کو براق اے شہِ بطحا موجود
کہتے ہیں حور و ملک آج یہ پڑھ پڑھ کے درود

"خسروِ خُلد مکیں صاحبِ معراج سلام
سنئے حوروں کا فرشتوں کا حضورؐ آج سلام"

انبیاء مسجدِ اقصیٰ میں تھے موجود تمام
جلوہ افروز ہوئے آ کے شہنشاہِ انامؐ

بولے جبریلؑ نہیں آپؐ رسولوں کے امام
غُل جماعت سے اُٹھا بعدِ نماز اور سلام

"السلام اے شہِ دیں، عرش کے جانے والے
تاج معراج کا اللہ سے پانے والے"

تا حدِ عرش براق آپؐ کو لے کر پہنچا　　　آگیا چند قدم چل کے مقامِ سدرہ
بولے جبریلؑ کہ اے راہبرِ اوجِ "دنیٰ"　　　اور آگے، بخدا میں نہیں اب جا سکتا

لیجیے تاجورِ عرشِ عُلا میرا سلام
ہو مبارک شرفِ قُربِ خداوندِ انام

داخلِ خلوتِ قوسین شہنشاہ ہوئے　　　یک بیک دُور حجاباتِ سرِ راہ ہوئے
مرحمت آپؐ کو لاکھوں شرف و جاہ ہوئے　　　دیکھا اللہ کو، ہر راز سے آگاہ ہوئے

پردۂ خاص سے آوازِ سلام آتی تھی
شانِ اسلام نظر عرش مقام آتی تھی

شبِ معراج کے انوار کا صدقہ یارب　　　مصطفیٰؐ، سیدِ ابرارؐ کا صدقہ یارب
دامنِ رحمتِ سرکارؐ کا صدقہ یارب　　　عزتِ عترتِ اطہار کا صدقہ یارب

سینے کر نُور سے معمور مسلمانوں کے
رکھ سب اعزاز بدستور مسلمانوں کے

جورِ گردوں سے محمدؐ کے غلاموں کو بچا　　　کر اماں اُمّتِ بیکس کے غریبوں کو عطا
فتنہ کوشوں کو، جفا پیشوں کو دنیا سے مٹا　　　اپنی رحمت کی بھرن خلق میں رم جھم برسا

عیدِ معراج کی خیرات مسلماں پائیں
ساعتیں عیش کی دن رات مسلماں پائیں

جشنِ معراج میں ہم بہرِ سلام آئے ہیں　　　سُننے سرکارؐ کا محبوب پیام آئے ہیں
مانگنے بھیک، شہنشاہ انامؐ آئے ہیں　　　ہاتھ پھیلائے تہی دست غلام آئے ہیں

سنیئے اِن عشق کے ماروں کا حضورؐ، آج سلام
لیجیے اپنے ضیاؔ کا شبِ معراج سلام

علامہ ضیاء القادری بدایونی رح

اقبالؒ اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: ڈاکٹر سید عبداللہ

مسئلہ معراج اقبالیات کا ایک پیچیدہ اور حد درجہ اختلافی موضوع ہے۔ حضرت علامہؒ نے معراج کے سلسلے میں کیا تعبیر فرمائی اس کے متعلق کچھ زیادہ تحقیق نہیں ہوئی لیکن خود معراج کا موضوع علی الاطلاق بھی امتحان کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں اسے فِتْنَةً لِلنَّاس کہا گیا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت کا ادراک آزمائش سے کم نہیں۔

واقعۂ معراج قرآن مجید کی دو سورتوں (بنی اسرائیل اور والنجم) میں بیان ہوا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت یہ ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اس آیت کی بنا پر اس واقعہ کو اسرا کہا جاتا ہے جسے بعد میں معراج بھی کہا جانے لگا۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسلامی دینیات میں معراج کا لفظ کب داخل ہوا۔ قرآن مجید کی ایک صورت معارج ہے مگر اس کا موضوع مختلف ہے اس طرح عرج مادے سے بہت سے مشتقات قرآن اور احادیث میں ہیں۔ معراج سے متعلق صحیح بخاری کی حدیث میں لفظ عُرِجَ بِیْ موجود ہے لیکن معراج کا عنوان موجود نہیں۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ لفظ شائد تیسری صدی ہجری میں رائج ہوا ہو گا۔ بہر حال مذکورہ بالا دو سورتوں میں اور احادیث میں جس واقعہ کا ذکر آیا ہے اس کی متعدد تعبیریں ہوئیں اور آج تک ہو رہی ہیں۔ ان تعبیرات میں بڑے اختلافی نکات یہ ہیں:

۱۔ اسرا اور معراج ایک واقعہ ہے یا دو الگ الگ واقعات؟

۲۔ معراج محض روحانی تجربہ تھا یا جسمانی؟
۳۔ یہ واقعہ دن کو پیش آیا یا رات کو؟
۴۔ معراج عالمِ بیداری میں ہوئی یا بحالتِ خواب؟

اس قسم کے نکات اور بھی ہیں۔ اس تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے نہ فرصت۔ البتہ اس سلسلے میں دینیاتی تعبیرات کا بہترین خلاصہ اگر دیکھنا ہو تو علامہ مصطفیٰ المراغی کی تفسیر میں اور عقلی تعبیر ابنِ سینا کے معراج نامہ کے علاوہ دیگر کتبِ کلام میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

الغرض واقعۂ معراج اسلامی دینیاتی ادب کا ایک مشکل مگر بے حد مقبول موضوع ہے جس کی طرف قرناً بعد قرنٍ حکماء اور علماء کے علاوہ اربابِ ادب بھی توجہ کرتے رہے اور اب ہمارے دور میں اقبالؒ بھی اس کی طرف ملتفت ہوئے۔ مگر یہ واضح رہے کہ علامہ اقبال کی توجہ کے اسباب سابقہ علماء و صوفیہ کی غایت سے مختلف ہیں۔ انہوں نے اپنے دور کے اکتسابات کی روشنی میں معراج کے اسرار کی شرح کی اور جاوید نامہ کے نام سے اپنی سیرِ روحانی کی منظم روداد لکھی۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ سیر یا جاوید نامہ ڈانٹے کی طربیہ خداوندی کے ادبی نمو سے اثر پذیری کا نمونہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی عقیدۂ معراج کے ان ذہنی و روحانی انعکاسات کا ثمر ہے جو اقبالؒ کے علاوہ کئی اور صوفیہ کے ذہن پر اپنے اپنے دور میں مرتسم ہوئے۔ اقبال کے مخلص رفیق اور خادم چوہدری محمد حسین راوی ہیں کہ مسئلہ معراج مدتوں علامہ کے غور و فکر کا مرکز بنا رہا۔ علامہ چاہتے تھے کہ معراج کے روحانی فکری اور نفسیاتی و ثقافتی مضمرات کا جائزہ لیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ عقیدۂ معراج کی دینی تعبیر کچھ بھی ہو اس کے ان ثقافتی اثرات کا سراغ لگایا جائے جو قرناً بعد قرنٍ مسلم قوم کے ذہن و فکر اور قول و عمل میں اجتماعی طور سے نمودار ہوتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے آل انڈیا اورینٹل کانفرنس ۱۹۲۸ء کے شعبۂ عربی و فارسی کے خطبۂ صدارت میں مسئلہ معراج کو ان مسائل مہمہ میں شامل کیا جن کی طرف مسلم حکماء و محققین کو خاص طور

سے متوجہ ہونا چاہیے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علامہ کے تجویز کردہ موضوع پر کسی صاحب نے کچھ کاوش کی یا نہیں تاہم مسئلہ اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ جاوید نامہ کی تمہید زمینی میں حضرت علامہ نے معراج کے مسئلے پر (رومی کی زبان سے) خود بھی گفتگو فرمائی ہے۔ جو میرے نزدیک قابلِ شرح بھی ہے اور بنیادی بھی لیکن اُنہوں نے عام صوفیہ و اولیاء کے سفرِ روحانی اور معراجِ مصطفوی کے مابین ایک خطِ فاصل کھینچ دیا ہے۔ بعض صوفیہ نے اپنی کتابوں میں نبوت اور ولایت کے امتیازات کی بحث کرتے ہوئے معراج کا لفظ، عام روحانی شخصیتوں کی سیرِ آسمانی کے لیے بلا تکلف استعمال کیا ہے۔۔۔۔۔ لیکن حضرت علامہ نے اس معاملے میں خاص احتیاط برتی ہے۔ ان کے کلام، نظم و نثر پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ معراج مخصوص کا امتیاز صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔۔۔۔۔ باقی روحانی شخصیتیں معراج سے نہیں، بلکہ درجہ بدرجہ اتحاد سے متصف ہوئیں۔ اتحاد کے معنی کشافِ اصطلاحات الفنون کے نزدیک یہ ہیں۔

وفی عرف السالکین عبارۃ عن شہود وجود واحد مطلق۔۔۔۔۔ "لیکن اتحاد کے ایک معنی فنا کے ہیں جو ذاتِ حقیقی سے اتصال کا نام ہے۔ اس صوفیانہ مفہوم کی نوعیت اگرچہ مختلف ہے تاہم ایک لحاظ سے عام معراج بھی اتحاد ہی ہے۔ لیکن معراجِ نبوی میں قاب قوسین او ادنیٰ کا جو شرف مضمر ہے وہ دوسروں کے اتحاد کو کب میسر ہوا۔ آیئے تھوڑی سی گفتگو اتحاد کے اس پہلو پر کر لیں جو جاوید نامہ کی تمہیدِ زمینی میں رومی کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ میں اسے اتحاد اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس میں علامہ نے معراجِ عام اور معراجِ خاص دونوں کی تشریح کی ہے۔ یہ تجزیہ اس لیے ضروری ہے کہ جاوید نامہ کا یہ حصہ مابہ النزاع بن گیا ہے اور اس کی عبارتوں سے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔

اب جاوید نامہ کا وہ باب دیکھیے جسے "تمہیدِ زمینی" کہا گیا ہے، دیکھیے رُوحِ رومی

نمودار ہوتی ہے۔ علامہ اس سے موجود و ناموجود اور محمود و نامحمود کی حقیقت اور زندگی کی کنہ دریافت کرتے ہیں۔ جواب میں رومی فرماتے ہیں:

زندگی خود را بخویش آراستن
بر وجودِ خود شہادت خواستن

اب اس شہادت کے تین شاہد ہیں۔ شاہد اول شعورِ خویشتن، شاہدِ ثانی شعورِ دیگرے اور شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق۔

یہ تیسرا شعور زندگی کا مقامِ اعلیٰ ہے۔

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نہ شد الّا بذات
چیست معراج آرزوئے شاہدے
امتحانے روبروئے شاہدے

پھر دوسرا سوال ہوتا ہے نورِ ذاتِ حق تک پہنچنے کی کیا سبیل ہے؟ جواب ملتا ہے، قرآنِ مجید کی آیت یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ سے معرفت حاصل کرو۔ لیکن قرآنی اصطلاح سلطان کے معنی کیا ہیں؟ یہ یقیناً کوئی پُر اسرار قوت یا استعداد ہے جو خصوصی طاقت بخشتی ہے۔

اس سلطان کی مدد سے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک جانا ممکن ہے، یہاں تک کہ افلاک کی مسافتوں، پہنائیوں اور گہرائیوں کو چیر کر آگے بڑھنا بھی ممکن ہے۔ ایک مرحلے سے برتر مرحلے میں ترقی کرنے کے لیے اقبالؒ نے زادن (جنم لینا) کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہ جنم ایک نئی دنیا میں سانس لینے کا نام ہے۔

جس طرح دنیا میں ہر چیز جنم لیتی ہے اور ایک نئی دنیا میں آپہنچتی ہے۔ اسی طرح

"آن سوئے افلاک" جانے کے لیے بھی ہر مرحلے پر ایک نردبان (جنم) کی ضرورت ہوتی ہے .... یہ ایک طرح کی جست بازقند ہے جو عشق (جذب و شوق) کی قوت سے ابھرتی ہے جو "سلطان" کے معنیٰ میں شامل ہے۔ اس استعداد سے شعور میں ایک انقلاب آجاتا ہے اور زندگی ایک نئی فضا میں پرواز کرتی محسوس ہوتی ہے جس کی بدولت فاصلہ و وقت کا احساس مٹ جاتا ہے ..... یہی انقلاب اندر شعور معراج کہلاتا ہے۔ یہ تمہید زیلبنی کے بنیادی خیالات کا نہایت مجمل خلاصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علاّمہ کے نزدیک معراج عام بھی ہے اور خاص بھی۔ معراجِ عام انقلابِ شعور ہے اور معراجِ خاص اس کی برترین صورت ہے۔

لیکن معراج کی اس تشریح میں دو مقام رکاوٹ کے ہیں ایک تو لفظ شعور کا استعمال، دوسرا لفظ معراج کا استعمال۔

ذہنی رکاوٹ یوں ہے کہ ان دو لفظوں کا ان پختہ اور تقریباً تسلیم شدہ عقیدوں سے تصادم ہوتا ہے جو معراجِ مصطفویؐ کے متعلق مسلمانوں میں مقبول و مروج ہیں۔

جن لوگوں کو تردّد پیدا ہوا ہے وہ اس بنا پر کہ یہاں لفظ معراج آنحضرتؐ کے سوا کسی اور کے لیے کیوں استعمال ہوا ہے، اسی طرح انہیں یہ تشویش ہوئی کہ معراج کو محض "انقلاب اندر شعور" کہہ کر آنحضرتؐ کے معراجِ جسمانی کی نفی کی گئی ہے۔ میں نے ان تردّدات پر خاصا غور کیا ہے اور معراج کے سلسلے میں علامہ کے اشعار (بزبان رومی) کو بار بار پڑھا ہے۔ جس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ تردُّد رکھنے والے حضرات شائد معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔ حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ علامہ نے لفظ معراج کا استعمال صوفیہ کی کتابوں کے حوالے سے کیا ہے جن میں مراتبِ صعودی کو استعارۃً معراج، کہا گیا ہے۔ یہ اس لفظ کا عام استعمال ہے، خاص استعمال نہیں ہے۔ علاّمہ کے کلام میں عام استعمال کی بھی ایک صورت ہے جو اس وقت زیرِ نظر ہے۔ لیکن خاص صورت بھی ہے جس میں معراجِ مصطفویؐ کی تخصیص موجود ہے۔

لفظِ معراج کی عام اور خاص صورتوں میں فرق نہ کرنے سے تردّد اور التباس

پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال جاوید نامہ میں لفظ معراج عام صوفیانہ معنوں میں استعمال ہوا ہے جو ولایت کی حد میں ہے لیکن جاوید نامہ کے اسی باب میں، تھوڑا پہلے خاص معراجِ مصطفوی صلعم کا بھی ذکر ہے۔

شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق
خویش را دیدن بنورِ ذاتِ حق
پیشِ ایں نور ار بمانی استوار
حیّ و قائم چوں خدا خود را شمار
بر مقام خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نہ شُد اِلاّ بذات
چیست معراج آرزوئے شاہدے
امتحانے رو بروئے شاہدے

ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علاّمہ کے مدِنظر دونوں طرح کے تصوّراتِ معراج ہیں، ایک عام جو ولایت کے کمالات میں ہے اور دوسرا خاص جو مقام مصطفوی ہے۔ لیکن یہاں اندازِ بیان کی وجہ سے فرق اتنا لطیف ہے کہ بعض اوقات التباس ہو جاتا ہے۔۔۔۔ اور یہ فرق اس لیے بھی ہے کہ خود صوفیائے کبار کے ہاں ولایت و نبوّت کے تقابل میں بڑے بڑے التباس نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض صوفیہ نے نبوّت کو "نوعے از ولایت" قرار دے کر ولایت کو نبوت سے اکمل قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن میں نے جس حد تک غور کیا ہے، علامہ اقبال نبوت کو خصوصاً حضرت رسالت مآب صلعم کی نبوّت کو ایک امرِ خاص الخاص سمجھتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے پانچویں خطبے میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مقولے سے یہی ثابت کیا ہے۔ بقول علامہ اقبال شیخ گنگوہی نے فرمایا:

"محمد عربی برافلاک الافلاک رحمت و باز آمد و اللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیامدمے"۔ اس پر بحث کرتے ہوئے حضرت علامہ منصبِ نبوت کی رفعت اور ہمہ گیری کا اثبات کرتے ہیں۔ ......اور ضمناً اولیاء کی معراج اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی معراج کا فرق بھی بتاجاتے ہیں۔

میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ جاوید نامہ اور اپنے دوسرے کلام میں علامہ نے معراجِ مصطفویؐ کے مقاماتِ بلند اور احوالِ خاص سے انکار نہیں کیا بلکہ ان کا اثبات ہے......اور معترضوں کا یہ خیال غلط ہے کہ علامہ آنحضرتؐ کی معراج کو عام نفسیات کی سطح پہ لے آئے ہیں۔ یہ تاثر غلط اور بالکل غلط ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ علامہ نے عام اشعار میں جہاں جہاں معراجِ مصطفویؐ کا ذکر کیا ہے، وہاں ہر جگہ چند خصوصیاتِ اضافی یا انتزاعی کا بھی التزام کیا ہے جس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ معراجِ مصطفیٰ صلعم کو عام صعودِ روحانی یا نفسی سے مختلف، منفرد، بلند تر اور خاص الخاص تجربہ یا واقعہ سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ضربِ کلیم میں ایک نظم بعنوان معراج ہے۔

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج
مشکل نہیں یارانِ چمن، معرکۂ باز
پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دُرّاج
ناوک ہے مسلماں، ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج
تو معنیِ 'والنجم' نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

اس نظم میں علاّمہ نے معراجِ مصطفویؐ کی تاریخ اور نوعیت بیان نہیں کی بلکہ اس کے اس سرّ (راز) کی طرف توجہ دلائی ہے جو انسان خصوصاً ایک مسلمان کے لیے

اس میں پوشیدہ ہے۔ اس کے ذریعے علامہ نے معراج کو مسلمانوں کے لیے ایک عرفان آموز واقعہ قرار دے کر دو باتیں بیان کی ہیں، ایک یہ کہ ایک ذرّہ بھی اگر اپنے اندر ولولہ شوق پیدا کر لے تو مہ و مہر تک نہ صرف یہ کہ اسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ وہ مہ و مہر کی دنیا کی تسخیر بھی کر سکتا ہے۔ اس شعری زبان میں وہی حقیقت بیان ہوئی ہے جسے اگر فکری زبان میں ادا کیا جائے تو اسے ارتقائے شعور یا استکمالِ شعور کہا جائے گا۔

دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ سورۂ والنجم کا اصلی مخاطب جس میں واقعۂ معراج کی کچھ کڑیاں موجود ہیں مسلمان (مردِ مومن) ہے جو چاند تو کیا سارے افلاک کو عبور کر سکتا ہے۔ اس خیال کی روحانی ماہیت تو سب جانتے ہیں لیکن طبیعات جدیدہ کے اس دورِ ترقی میں اقبال کی نظر میں (اور واقعتاً بھی) انسان کے لیے خلاؤں کی تسخیر ممکن ہو گئی ہے اور واقعۂ معراج کی مادی تعبیر کو نہ ماننے والوں کے لیے اب تردّد کی گنجائش نہیں رہی۔

مذکورہ بالا نظم کا لُبِّ لباب یہی ہے اور اس کی مزید تائید کچھ اور اشعار سے بھی ہو جاتی ہے مثلاً:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو اتنا ارفع ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ معراجِ مصطفویؐ ایک راز ہے، ایک لطیفۂ غیبی ہے، ایک سِرُّ الاسرار ہے۔ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی، دن کو ہوئی یا رات کو، خواب میں ہوئی یا بیداری میں، ان سب بحثوں میں اُلجھنے کے بجائے ہم بقول مولانا ابوالکلام آزاد کیوں نہ کہہ دیں کہ یہ مقامِ نبوت کبریٰ ہے۔ اس کی صحیح کیفیات کی تعیین ہمارے لیے ممکن نہیں۔ یہ سِرُّ الاسرار ہے جس پر بحث کرنے کے بجائے ایمان لے آنے ہی میں نجات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے بھی مذکورہ بالا مباحث میں اُلجھنے سے زیادہ ان اثرات وثمرات کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس واقعہ کے زیرِ اثر مسلمانوں کے ذہن و ذوق پر مرتسم ہوئے یا

ہونے چاہییں یا ان معارج و معانی کی طرف توجہ دلائی ہے جو واقعۂ معراج کی غایات ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا کہ اقبالؒ نے معراج جسمانی کا انکار کیا ہے غلط ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حضرت علامہ عام مردِ مومن کی اس قدرت کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ولولۂ شوق پیدا کر کے وہ مہ و مہر کی تسخیر کر سکتا ہے (اور بایں جسدِ عنصری کر سکتا ہے) تو خاتم النبیین اور افضل المرسلینؐ کے بارے میں وہ کیوں کر سوچ سکتے ہیں کہ ایک عام مومن تو شش جہات کو عبور کر کے افلاک کی تسخیر بایں جسدِ عنصری کر سکتا ہے لیکن حضورؐ بہ جسدِ عنصری نہیں کر سکتے۔ خصوصاً جبکہ قرآنِ مجید نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ یہ سفر خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا)

اب جو چیز قادرِ مطلق نے کرا دی اس سے ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ ہمارا ذہن جو سلسلہ علت و معلول کا مارا ہوا ہے متشکک ہوتا ہے کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے، کیونکہ ہمارا شعورِ وقت (TIME SENSE) اسے تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ زمان و مکان اور علت و معلول شئونِ قدرت میں ہیں۔ اور قدرت کے شئون کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔

بہر حال اس وقت بحث یہ نہیں کہ حضورؐ سفرِ آسمانی پر بجسدِ عنصری تشریف لے گئے یا نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ اقبالؒ اس بحث سے بچ کر برابر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضورؐ کے مقامِ کبریٰ کی بات الگ رکھو۔ کیوں کہ وہ حدِّ ادراک سے بالا ہے۔ تم صرف یہ دیکھو کہ مقامِ مصطفیٰؐ کتنا بلند ہے۔ جب ایک عام مردِ مومن یا کوئی فرد بھی جسے خدا استعداد دے بجسدِ عنصری افلاک کو عبور کر سکتا ہے تو خدا کا رسولؐ جو کامل و اکمل ہے کیوں نہیں کر سکتا۔ ذہنی سطح پر اس کی تائید سورۃ الرحمٰن کی اس آیت سے ہوتی ہے جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس میں "اِلَّا بِسُلْطٰنٍ" کا جملہ اس امکان کو بصراحت بیان کر رہا ہے۔ اب اس سُلطان کے معنی کچھ کر لیجیے۔ استعدادِ روحانی یا خدا کی عطا کی ہوئی کوئی اور قابلیت یا عقلی تجزیہ یا علم کی طاقت وغیرہ وغیرہ۔ کوئی معنی کر لیں بات یہی نکلتی ہے کہ جنّ اور بشر دونوں کے لیے (سلطان کی مدد سے) اقطار السمٰوٰت

سے گزرنا ممکن ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؒ نے رومیؒ کی زبان سے جو کچھ فرمایا ہے، وہ سوال وجواب کی صورت میں ہے:

باز گفتم پیشِ حق رفتن چساں
کوہ خاک و آب را گفتن چساں

جواب: گفت اگر سلطان ترا آید بدست
می تواں افلاک را از ہم شکست
نکتۂ الّا بسُلطان یاد گیر
ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر

اس ضمن میں حضرت علامہ نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، مراتبِ صعود کو "زادن" یا نیا جنم لینے سے تعبیر کیا ہے جس کے دوسرے معنیٰ موجودہ (TIME SENSE) کی شکست وریخت ہے۔ یعنی علّت ومعلول کے موجودہ سلسلے سے اوپر اُٹھ جانا اور ایک نئے نظامِ وقت میں پہنچ جانا ہے جسے برگساں وغیرہ زمان خالص اور اقبال زمانِ ایزدی کہتے ہیں۔

یہ وہ رموز ہیں جو ہماری عقلِ علّت پسند کی دسترس میں فی الحال نہیں۔ ہم لوگ ابھی اسے روحانی تجربہ یا محض شعور کا ہنگامہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن خلائی تجربوں نے اس کے جسمانی امکانات کی تسلیم کے لیے راستہ کھول دیا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی معراج کے بارے میں جسمانی امکانات کو بالکل رد کر دینے کے حق میں جو سائنسی و عقلی فضا پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔

حضرت علامہ رقمطراز ہیں:

"بعث (یا حیات بعد الممات) نام ہے ایک نئے TIME SYSTEM کے ساتھ خود کو ADJUST کرنے کا۔۔۔ حیات بعد الموت انسانی کوشش اور فضلِ الٰہی سے ممکن ہے۔۔۔۔ بعثتِ ثانیہ ایک BIOLOGICAL PHENOMENON (احیاتیاتی سلسلہ عمل ہے) اس میں انسانی کوشش کو بھی ایک حد تک دخل ہے۔۔۔۔۔ زندگی

کے مدارج بے شمار ہیں۔ اس ضمن میں بہت سے اُمور عقلِ انسانی سے باہر ہیں۔"

یہ اس مکتوب کے چند اقتباسات ہیں۔۔۔ یہ اگرچہ حیات بعد الممات سے متعلق ہیں اور معترض کہہ سکتا ہے کہ ان کا معراج سے کیا تعلق ہے لیکن حیاتِ ثانیہ کی اس بحث کے اندر رواں فکری تموّج پر اگر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مرجانے کے بعد شعور (روح) اور جسم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور رؤیا میں بھی جسم ہمراہ ہوتا ہے تو تجربہ معراج میں روح (شعور) اور جسد کو الگ الگ ماننے پر ہم کیوں مجبور ہیں۔

یہاں تک معراج کی حقیقت پر گفتگو ہوئی ہے۔۔۔ اب ایک آدھ بات مسلم معاشرے پر معراج کے اثرات کے بارے میں آ رہی ہے جس کی تحقیق کی دعوت حضرت علامہ نے ۱۹۲۸ء میں مسلم محققین کو دی تھی۔

یہ موضوع اتنا نادر اور کثیر الاطراف ہے کہ اس پر علامہ خود ہی کچھ رقم فرماتے تو حق ادا ہوتا لیکن انہیں مہلت نہ ملی۔ اس لیے ان کے کلام، نظم و نثر سے کچھ اشارے جمع کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ معراج دراصل ایک نکتۂ معراج ہے مسلمانوں کے لیے کہ اگر وہ چاہیں تو مہ و مہر کی تسخیر کر سکتے ہیں یا یہ کہ معراجِ مصطفیٰؐ کا درس یہ ہے کہ گردوں عالم بشریت کی زد میں ہے یعنی بشر کے لیے ممکن ہے کہ وہ افلاک کی تسخیر کر سکے۔ ان معنوں میں معراج حقائقِ علوی کی دریافت کے لیے ایک جذبہ انگیز مہمیز ہے اور افلاک کی تسخیر کے لیے نشانِ راہ۔ علامہ کے لیے باعثِ تشویش شاید یہ امر تھا کہ مسلمانوں نے حقائقِ روحانی کی طرف تو پوری پوری توجہ کی اور خطیرۃ القدس تک کی خبر لے آئے لیکن اس واقعہ سے پیدا شدہ دوسری، قریبی معرفتیں جن کی بدولت یورپ آج خلائی تسخیر کے قابل ہو سکا ہے، ان کے سامنے نہ رہیں۔

اب نفسیات کی دریافتیں اور ان سے متعلق فلسفیانہ شعوریات کی نہج اس درجہ بدل چکی ہے کہ انتہا پسندانہ نفسیات بھی محض شعور کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جس پر پہلے بہت زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ جدید تر طبقاتی فکر نے ثابت کر دیا ہے کہ شعور وجود کو مستلزم ہے۔ کوئی شعور وجود کے بغیر ممکن نہیں۔ شعور کا ارتقاء اور انقلاب بھی وجود

کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ لہٰذا شعور اور وجود کو الگ الگ حقیقتوں کے طور پر دیکھنا غلط ہے۔ معراج کیا ہے محدود یا حقیقتِ کبریٰ کی طرف مرحلہ بہ مرحلہ بڑھنا۔ اب اگر حقیقتِ کبریٰ کو وجودِ محض مانا جائے تو اس کے ساتھ لازماً شعورِ محض بھی ہوگا۔ لہٰذا محدود کا نامحدود کی طرف سفر شعوراً بھی ہوگا اور وجوداً بھی، یہی معراج کی حقیقت ہے۔

پھر اگر وجودِ محض اور شعورِ محض سب جگہ جاری و ساری ہے جیسا کہ جدید طبیعیات کا رجحان یہی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ محدود شعور لامحدود شعور سے مربوط ہو اور جسم بھی اس کے ساتھ شامل ہو۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ شعور محدود اور وجود محدود، شعور لامحدود اور وجود لامحدود سے اتحاد حاصل کرے اور اتحاد کی اکمل ترین صورت معراج مصطفوی ہے۔

میں نے یہ خیالات حضرت علامہ کے افکار پر قائم کردہ مجموعی تاثر کی بنیاد پر ظاہر کیے ہیں جن کی تائید بعض دیگر بحثوں سے بھی ہوتی ہے، مثلاً انھوں نے خودی کے ارتقا حیات بعد الموت اور خود موت کی حقیقت پر خطبات، گلشن راز اور جاوید نامہ وغیرہ میں جو بحثیں کی ہیں، ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

خطبات میں حیات بعد الموت کی بحث میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد کہ "حیات بعد الموت کے لیے کوئی ایسا مادی پیکر ناگزیر ہے جو خودی کے نئے ماحول میں اس کے مناسب حال ہو، کہا ہے۔

"بعثِ ثانیہ ایک حقیقت ہے اور انسان کے ماضی پر غور کرنے کے بعد یہ غیر اغلب نظر آتا ہے کہ اس کی ہستی جسم کی ہلاکت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ختم ہو جائے۔" یہاں تک حضرت علامہ کے الفاظ تھے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ جب حیات کے لیے جو شعور کا دوسرا نام ہے، مادی پیکر ناگزیر ہے تو معراج کے لیے جو شعور کے ایک درجۂ کمال کا نام ہے، مادی پیکر یا جسد التزام کیوں ناگزیر نہ ہوگا۔

بہرحال معنوی درس کے علاوہ واقعۂ معراج نے اتنا ضرور کیا کہ مسلمانوں کو علوم کی بعض خاص شاخوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔ احادیث میں خصوصاً بخاری شریف میں آسمانی دنیا کے جو نقشے بسلسلۂ معراج پیش کیے گئے ہیں ان سے علم الجو، فلکیات، طبیعیات

اور دیگر سماواتی فنون کی تشویق ایک قدرتی امر تھا۔

معراج سے مسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں گہرائی پیدا ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آنحضورؐ کی اکملیت اور اشرفیت کا یقین محکم ہوا۔ جہاں بعض دوسرے انبیاء کے آسمانی سفر ایک خاص مقام تک پہنچ سکے وہاں آنحضرتؐ کا سفر، نبوت کے راستے کی آخری منزل قرار پایا۔ اس سے ایقان میں گہرائی پیدا ہوئی اور خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسر آئی۔

میں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ میرے خیالات ہیں، میں نے یہ جرأت اس لیے کی ہے کہ کوئی ذی علم شخص علاّمہ کی آرزو پوری کرنے کے لیے غائر تحقیق کرے۔ اس کے علاوہ معراج کی حقیقت اور اس کے اسرار کے سلسلے میں مزید کاوش کی جائے جس سے اس اہم عقیدے کے گہرے اور بلند تر معانی کا مزید ادراک حاصل ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جاوید نامہ میں مندرج علاّمہ کے خیالات بسلسلہ معراج کے متعلق ہماری بصیرت میں اضافہ ہو۔

ہو لطافت جسم کی ایسی کہ جیسے روح کی
جسم پر مکھّی نہ بیٹھے، جسم کا سایہ نہ ہو

جو سراپا نُور ہو، سر تا بہ پا اک معجزہ
رُتبہ کیوں معراج کا اُس جسم نے پایا نہ ہو

اِس پہ استعجاب کیسا، اس سے ہو انکار کیا
لامکاں تک جسم وہ کیسے گیا آیا نہ ہو

راجا رشید محمود

شبِ وصال

روک کر قدموں کو رفتارِ حیات — دیکھتی ہے سُست نبضِ کائنات
دشت و در زندانی، تارِ سکوت — جوں درِ غارِ حرا، دارِ سکوت
رُک گیا ہے ساعتوں کا بھی سفر — دیدۂ آفاق کی گم ہے نظر
پُشتِ رف رف پر ہے اک محمل نشیں — نوریانِ عرش کا بھی دلنشیں
مرکبِ نوریں براقِ سُرعِ رو — جس کے آگے سُست ہے رفتارِ ضَو
اس سعادت پر ہے نازاں خوش نصیب — اس کا راکب اس کے رب کا ہے حبیبؐ
سورۂ اِسُریٰ ہے اس شب کی دلیل — آپ کو بخشی گئی شانِ خلیلؑ
قربتِ ربِّ سماوات آپؐ کو — ملنے والی ہے اسی رات آپؐ کو
آنِ واحد میں کہ بس جھپکے پلک — لے گئے روح الامیںؑ سدرہ تلک
کن فضائل کی رجب کی ہے یہ شب — بیتِ معمور آخری منزل ہے اب
خالق و مخلوق میں دوری نہیں — خاک سے ارفع کوئی نوری نہیں
حق نے استقرار کی توثیق کی — آپؐ کہلائے شفیعِ اُمتی
یہ شرف ہی مُرسلِ آخرؐ کا تھا — ختم ہونا تھا جو بابِ انبیاء

خاطرِ محبوبؐ فرمائی گئی
جنّت و دوزخ بھی دکھلائی گئی

سیّد قمر ہاشمی (کراچی)

شبِ معراج

گرم حضرتؐ کا یہ بازار تھا معراج کی شب
کہ خدا آپ خریدار تھا معراج کی شب

جتنے انجم تھے، شگفتہ تھے گلِ تر کی طرح
آسماں غیرتِ گلزار تھا معراج کی شب

فیض سے آپ کے رُتبہ تھا زمیں کا یہ بلند
عرش دیوار بہ دیوار تھا معراج کی شب

وہ سرافراز کہ کہتے ہیں جسے روحِ قدس
آپ کا غاشیہ بردار تھا معراج کی شب

انبیاء شاد، فرشتوں کو خوشی، حوریں مست
غم میں ابلیس گرفتار تھا معراج کی شب

جو کہا آپؐ نے، اللہ نے منظور کیا
مہرباں ایزدِ غفّار تھا معراج کی شب

کس کے آنے کی فلک پر ہے خبر آج کی رات
آنکھ سورج سے ملاتا ہے قمر آج کی رات

کہکشاں کہتی ہے، قسمت کا ستارہ چمکا
ہوگا اس راہ سے حضرتؐ کا گزر آج کی رات

ہے سرِ شام سے رحمت کے فرشتوں کا نزول
لیلۃ القدر ہے عالم میں مگر آج کی رات

رد نہ ہوگا کسی محتاج کا تا صبح سوال
خود ہے مشتاق دعاؤں کا اثر آج کی رات

لکھوں معراج کے مضموں بنا کر میں قلم
ہاتھ آئیں پرِ جبریلؑ اگر آج کی رات

ذکر اُس ماہِ نبوّت کا یہاں ہوتا ہے
گھر ہے میرا صفتِ بُرجِ قمر آج کی رات

روشنی پھیلی ہے خورشیدِ رسالت کی امیرؔ
میرے گھر شام سے مہماں ہے سحر آج کی رات

امیر مینائی لکھنوی

سیرِ لامکاں

اللہ نے خلوت میں بلایا شبِ معراج
کیا رتبۂ محبوب بڑھایا شبِ معراج

ذات آپ کی تھی شانِ جمالی کی جو مظہر
رحمت نے کیا پھیل کے سایہ شبِ معراج

واں طور پہ موسیٰؑ کو تجلّی ہوئی، اور یاں
اللہ نے پاس اپنے بلایا شبِ معراج

اللہ رے پاسِ ادبِ احمدؐ مرسل
جبریلؑ نے آنکھوں سے جگایا شبِ معراج

جو جلوہ پسِ پردہ بھی دیکھا نہیں جاتا
بے پردہ وہ جلوہ نظر آیا شبِ معراج

جب ہو نہ مقابل سے مقابل شبِ معراج
پردہ ہو کہاں بیچ میں حائل شبِ معراج

قوسین فقط قُرب کی حُجّت ہے وگرنہ
بے فاصلہ تھی قرب کی منزل شبِ معراج

تعیینِ عبادت ہو کہ اُمّت کی شفاعت
کی سب کی سند آپ نے حاصل شبِ معراج

آئے گئے لیکن نہ گئی گرمیِ بستر
نزدیک ہوئی دوریِ منزل شبِ معراج

غُل ہے معراج کی شب شاہِ اُممؐ آتے ہیں
مالکِ مہر و مہ و لوح و قلم آتے ہیں

آپؐ بالائے براق آتے ہیں اور روحِ امینؑ
بوسے دیتے ہوئے بالائے قدم آتے ہیں

غول کے غول ملائک ہیں اِدھر اور اُدھر
واہ کس شان سے باجاہ و حشم آتے ہیں

شبِ معراج ہے، مہماں رسول اللہؐ آتے ہیں
چلو حُورو، بڑھو غلماں رسول اللہؐ آتے ہیں

فدا ہونے کو ہے تیار سارا عالمِ بالا
ملک صف صف فلک قرباں رسول اللہؐ آتے ہیں

کھلے جاتے ہیں غنچے، سبزہ کیا کیا لہلہاتا ہے
گُلِ فردوس ہیں خنداں رسول اللہؐ آتے ہیں

——— امیر مینائی

لیلۃ الاسرا

کرے کیا طبعِ موزوں فکرِ اشعارِ شبِ اسریٰ | سما سکتے نہیں شعروں میں اسرارِ شبِ اسریٰ
مگر امید ہے روح القدسؑ تائید فرمائیں | کہ ہیں وہ صاحبِ معراج کے یارِ شبِ اسریٰ
بحمد اللہ کہ حاصل ہو رہا ہے فیضِ روحانی | دماغ افروز ہے تخییلِ انوارِ شبِ اسریٰ
ہوئی معراج میری فکر کو عرشِ معانی تک | زباں کو مل رہا ہے ذوقِ اذکارِ شبِ اسریٰ
ہوا ہے کون رشکِ مہ ضیا بارِ شبِ اسریٰ | کہ ہیں کون و مکاں روشن بہ انوارِ شبِ اسریٰ
رُخِ پُر نور ہے کس کا نمودارِ شبِ اسریٰ | شعاعِ مہر ہے ہر تارِ دستارِ شبِ اسریٰ
فرازِ عرش سے تا فرش جبریلِ امینؑ آئے | پیامِ خاص لائے بہر سرکارِ شبِ اسریٰ
چلے بیت الحرم کو اُٹھ کے بیتِ اُمِ ہانیؓ سے | محمدؐ مصطفیٰ مدعوئے دربارِ شبِ اسریٰ
قدم ایک ایک تا حدِ نظر اُس کا پہنچتا ہے | زہے شانِ بُراقِ برق رفتارِ شبِ اسریٰ
فضائے لامکاں نے لے لیا آغوشِ نوری میں | مُحب سے جا ملے محبوبِ مختارِ شبِ اسریٰ
محب محبوب میں باہم ہوئیں پھر راز کی باتیں | در آئے سینۂ انوار میں اسرارِ شبِ اسریٰ
لگا جب سُرمۂ "مَا زَاغ" چشمِ شاہِ الامیںؐ | ہوا پیشِ نظر مرآتِ انوارِ شبِ اسریٰ
کیا نظارۂ آیاتِ قدرت میرے آقاؐ نے | تھے چشم افروز منظر ہائے دربارِ شبِ اسریٰ
مشرف ہوئے انعامات بے غایاتِ باری سے | حرم میں آئے پھر واپس خبردارِ شبِ اسریٰ

اُفقؔ افسوس گنجائش نہیں کچھ ان قوافی میں
کروں کس طرح شرحِ سیرِ سیّارِ شبِ اسریٰ

میر اُفق کاظمی امروہوی

لیلۃ الاسرا

بہ سوئے حق ہوئی یوں آنحضورؐ کی معراج
کہ جیسے جانبِ مرکز ہو نُور کی معراج

ہوئی تھی حضرتِ موسیٰؑ کو طور کی معراج
فرازِ عرش ہوئی آنحضورؐ کی معراج

رہا میانِ حبیب و کلیم فرق ایسا
کہ جیسے عرش کی اور کوہِ طور کی معراج

گئے بایں جسدِ پاک تا بہ عرشِ بریں
نہ تھی یہ خواب میں رُوحِ حضورؐ کی معراج

کیا مشاہدۂ حُسنِ حق ان آنکھوں سے
بذاتِ نور ہوئی عکسِ نور کی معراج

رہی نہ ظاہر و باطن میں کوئی شے مخفی
ہوئی عوالمِ غیب و ظہور کی معراج

بہ حُسنِ رویتِ آیاتِ ربِ شہؐ دیں نے
بہ ایں دو چشم و حواس و شعور کی معراج

ذرا نہ بڑھ سکے سدرہ سے جبرئیلِ امینؑ
مگر ہوئی مرے آقاؐ کو دور کی معراج

بتائے کیا کوئی کیفیتِ عروج و نزول
فضائے نور میں تھی جسمِ نور کی معراج

سمجھ سکے گا کوئی فلسفی بھلا کیوں کر
کہ ہے ورائے خرد آنحضورؐ کی معراج

بیان ہو نہیں سکتی جو تھی شبِ اسریٰ
دلِ حضورؐ کے کیف و سرور کی معراج

عروجِ فکر نہ ہو کس طرح نصیبِ اُفقؔ
مجھے ہے دل سے مسلّم حضورؐ کی معراج

——— میر اُفقؔ کاظمی امروہوی

شبِ وصال

یہ بہشت بہشت و عرش و فلک کیوں آج سجائے جاتے ہیں
کیا عالمِ بالا میں ہے خوشی ، کیوں جشن منائے جاتے ہیں
از فرشِ زمیں تا عرشِ بریں ہے بارشِ انوارِ سیمیں
رنگیں خوشبو، گلہائے حسیں، ہر سُو برسائے جاتے ہیں
اشجار خوشی سے جھومتے ہیں، اثمار بہم مُنہ چومتے ہیں
یوں رقص میں پودے گھومتے ہیں، گویا چکرائے جاتے ہیں
کیا غلغلہ ہائے فرحت ہیں ہر جانب عالمِ علوی میں
کیوں صلِّ وسلّم کے نغمے سب عرشی گائے جاتے ہیں
مکّے سے مسجدِ اقصیٰ تک اک نور محیطِ عالم ہے
کوہ و دریا، شہر و صحرا سب جس میں سمائے جاتے ہیں
ہے بست و ہفتمِ ماہِ رجب، رشکِ روزِ روشن ہے یہ شب
جبریلِ امیںؑ ہوتے ہیں طلب، حکم ان کو سنائے جاتے ہیں
مکّے آ کر جبریلِ امیںؑ پہنچے جو حریمِ سرورِ دیںؐ
پایا جو بہ حالِ خوابِ حسیں، اِس طرح جگائے جاتے ہیں

یعنی نہ بڑھے سُوئے بالیں، بیٹھے بہ ادب زیرِ پائیں
آہستہ بہ دو چشمِ نوریں تلوے سہلائے جاتے ہیں
حاضر ہے براق سواری کو، جبریلؑ ہیں خدمت گاری کو
دیکھو تو نظامِ باری کو، کس طرح بلائے جاتے ہیں
تا سدرہ رہے جبریلِ امینؑ ہمراہِ رکابِ سرورِ دینؐ
آگے بڑھنے کی تاب نہیں، دل میں شرمائے جاتے ہیں
ہوتا ہے بُراق بھی اب رخصت، آگے جانے کی نہیں طاقت
مولائے حکیم اپنی حکمت کس طرح دکھائے جاتے ہیں
رف رف بھی قریب عرش ہوا سیّاحِ شبِ اسریٰ سے جُدا
رہ جاتے ہیں جب آقاؐ تنہا، نزدیک بلائے جاتے ہیں
کرتے ہیں مشاہدہ سرتاسر، آیاتِ الٰہی کا سرورؐ
اک اک عالم کے سب منظر آنکھوں میں سمائے جاتے ہیں
پردے سے پھر آتی ہے یہ صدا، میرے محبوبؐ قریب آجا
سنتے ہی اسے میرے آقاؐ سر اپنا جھکائے جاتے ہیں
کرتے ہیں بہ شوق شہِ والاؐ اِن آنکھوں سے دیدارِ خدا
جلوے انوارِ تجلّی کے سینے میں بسائے جاتے ہیں
اَسرارِ فَاَوْحیٰ مَا اَوْحیٰ باجملہ عطا ہائے مولا
گنجینۂ سینۂ انور میں حضرتؐ کے، سمائے جاتے ہیں
سُبحان اللہ سُبحان اللہ! ماشاءاللہ ماشاءاللہ
معراج میں کیا کیا لطف و کرم اُن پر فرمائے جاتے ہیں

میر اُفقؔ کاظمی امروہوی

لیلۃ الاسریٰ

ہے عبد کی معبود سے خلوت شبِ معراج
اللہ کی رحمت پہ ہے رحمت شبِ معراج

ہے کعبۂ اطہر سے سرِ عرشِ علیٰ تک
رُخسارِ محمدؐ کی صباحت شبِ معراج

لو عرش پہ اڑتا ہے "رفعنا" کا پھریرا
کیا شرح کی صورت میں ہے رفعت شبِ معراج

دن عید کا ہے دیدِ الٰہی کی خوشی میں
ہے زیبِ بدن نور کا خلعت شبِ معراج

مشتاق ہے اقصیٰ میں رسولوں کی جماعت
محبوبؐ خدا کی ہے امامت شبِ معراج

تھی عرشِ بریں کی یہ تمنا کہ خدا دے
پا بوسئ محبوبؐ سے رفعت شبِ معراج

دیکھا جو گلِ مقصدِ گلزارِ دو عالم
قربان ہوا گلشنِ جنّت شبِ معراج

آنکھوں میں جو تھا سرمۂ "مازاغ" تو ہر شے
آئی نظر اللہ کی آیت شبِ معراج

روکا جو ادب نے تو کہا جذبِ طرب نے
آپردے میں دیکھ اپنی حقیقت شبِ معراج

جو حضرت موسیٰؑ نے طلب پر بھی نہ پایا
ہم تجھ کو وہ خود دیتے ہیں رویت شبِ معراج

دنیا میں تو خاؔکی شبِ غفلت سے ہے محجوب
کھل جائے گی کل روزِ قیامت شبِ معراج

—— خاؔکی کاظمی امروہوی

لیلۃ الاسرا

جس کا مشتاق ہے خود عرشِ بریں آج کی رات
اُمّ ہانیؓ کے وہ گھر میں ہے مکیں آج کی رات

آنکھ میں عرضِ تمنا کی جھلک، لب پہ درود
آئے اس شان سے جبریلِؑ امیں آج کی رات

سارے نبیوںؑ کے ہیں جھرمٹ میں نبیِؐ آخر
قابلِ دید ہے اقصیٰ کی زمیں آج کی رات

نور کی گرد اڑاتا ہوا پہنچا جو براق
رہگزر بن گئی تاروں کی جبیں آج کی رات

اک مقام آیا کہ جبریلؑ کا بھی ساتھ چھُٹا
وہ ہیں اور سلسلۂ نورِ مبیں آج کی رات

ہوش و ادراک کی تکمیل ہوئی جاتی ہے
اپنی معراج پہ ہیں علم و یقیں آج کی رات

ایک ہی سطح پہ ہے مرتبۂ غیب و شہود
اٹھ گئے سارے حجاباتِ حسیں آج کی رات

در کی زنجیر بھی جنبش میں ہے، بستر بھی ہے گرم
رک گئی گردشِ افلاک و زمیں آج کی رات

ماہر القادری

معراجؐ کی رات

کس طرح سے بیان ہو اس کا، رات معراج کی عجب تھی رات
رحمتوں کا نزول تھا ہر سُو، تھی ہر اک سمت نور کی برسات
یوں ہوئیں ضوفشانیاں شب بھر، یوں اُجالے بکھر گئے ہر سُو
سارے ارض و سما ہوئے روشن، چمکے سب کائنات کے ذرّات
جگمگاہٹ عجب تھی تاروں کی، چاندنی کا عجیب عالم تھا
ذرّے ذرّے کا دل چمک اُٹھّا، دور سب دہر کی ہوئی ظلمات
شب تھی لیکن دنوں سے روشن تھی، تھا عجب ہی سماں کچھ اس شب کا
تارے تھے چاند سے بھی روشن تر، چاند سورج کو دے رہا تھا مات
دن کی قسمت میں برکتیں بے حد، اپنا اپنا نصیب ہے لیکن
جو تھیں اس رات کے مقدّر ہیں، کب کسی دن کو یہ ملیں برکات
یہی شب تھی کہ جب روانہ ہوا، دعوتِ حق پہ جانبِ افلاک
وہ خدا کا حبیبؐ لاثانی، قلب میں لے کے شوق کی سوغات
یہی شب تھی کہ جب محبِّ خدا، بے حجابانہ اپنے رب سے ملا
فاصلے مٹ گئے من و تُو کے، سامنے اس کے تھی خدا کی ذات
ذاتِ باری تھی مہرباں اس پہ، تھا مقابل کھڑا حبیبؐ اس کا
کوئی پردہ نہ درمیان میں تھا، ہوئی مالک سے کُھل کے دل کی بات

پہلے ہی تھا وہ اوج پر فائز ، اور بھی اوج مل گیا اُس شب
تھے تو پہلے ہی بے حساب مگر، اور بھی مل گئے اسے درجات
کچھ زمیں ہی کو اس پہ ناز نہ تھا، خُلد بھی اس پہ ناز کرتی تھی
جس پہ جلوہ نما ہوا اُس شب ماہِ کامل وہ اک سراپا صفات
مرحبا مرحبا کہا سب نے، آسمانوں کے جس قدر تھے مکیں
رشک کرتے تھے اپنی قسمت پر حور و غلماں کہ جن کی تھی بہتات
تھا جو بے مثل صاحبِ معراج، شب بھی وہ بے مثال تھی یکسر
جس میں وہ راکبِ براق ہوا، جس پہ لاکھوں درود، لاکھوں صلاۃ
جبرئیلِ امینؑ کو بھی اُس شب، ناز اپنے نصیب پر تھا بہت
کہ وہ اس کا ہوا تھا ہمراہی، سربسر بے مثال تھی جو ذات
اے مرے مالک اے مرے مولا، اے مرے خالق، اے مرے رزّاق
تیرے ہی ہاتھ میری قسمت ہے، تو ہی ہے مالکِ حیات و ممات
ہے علیم و خبیر بھی تو ہی ، ہے سمیع و بصیر بھی تو ہی
ہے عیاں تجھ پہ بات بات مری، تجھ پہ روشن ہیں میرے سب حالات
شبِ معراج کے تصدّق میں، سالکِ شب پہ میں سدا قرباں
مجھ کو بھی اک جھلک دکھا اس کی ہو زیست میری ہو آشنائے ثبات
میری سب بے نوائی کے باوصف، اس کے روضے پہ مجھ کو پہنچا دے
اپنا دل کھول کر دکھاؤں اُسے، کھل کے کہہ لوں میں دل کی اک اک بات
اُس کے صدقے میں ڈھال دے یا رب، میرا کردار اُس کے سانچے میں
اور لکھ دے نصیب میں میرے، حشر کے روز میرا اُس سے ساتھ

پروفیسر حفیظ صدیقی (لاہور) ———————————————

واقعۂ معراج اور جدید سائنس

تحریر: سید محمد سلطان شاہ ۔ بی ایس سی ۔ ایم اے

مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیا کے اکثر مذاہب جدید علوم خصوصاً سائنس سے متصادم ہیں۔ ہندومت، بدھ مت، کنفیوشزم جیسے غیر الہامی مذاہب سے قطع نظر، یہودیت اور عیسائیت جیسے آسمانی مذاہب کی موجودہ مقدس کتب ایسے افسانوی قصوں سے اٹی پڑی ہیں، جنہیں جدید سائنس تو درکنار عقل بھی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر تمام مذاہب کا سائنسی طور پر جائزہ لیا جائے تو صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کی ہر بات کی، جدید سائنس تصدیق کرتی ہے اور تصدیق نہ بھی کرے تو تکذیب ہرگز نہیں کرتی۔ اس کا اعتراف غیر مسلم سکالرز نے بھی کیا ہے۔ پیرس یونیورسٹی کا پروفیسر (Maurice Bucaille) قرآن میں ایسی باتیں دیکھ کر، جو سائنسدانوں کو اب معلوم ہوئی ہیں، ورطۂ حیرت میں ہے۔ وہ قرآن اور انجیل کا تقابل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Whereas monumental errors are to be found in the Bible, I could not find a single error in the Quran. I had to stop and ask myself: if a man was the author of the Quran, how could he has written facts in seventh century A.D. that today are shown to be in keeping with modern scientific knowledge?

(The Bible, the Quran and Science P:120)

(جہاں انجیل میں بے شمار غلطیاں ملتی ہیں، وہاں قرآن میں مجھے ایک غلطی بھی نہ مل سکی۔ مجھے رُک کر اپنے آپ سے سوال کرنا پڑا کہ اگر ایک انسان قرآنِ مجید کا مصنف ہوتا تو وہ کس طرح ایسے حقائق ساتویں صدی میں لکھ سکتا تھا جو آج سائنسی علوم کے ذریعے سامنے آ رہے ہیں)

اس سے واضح ہو گیا کہ اسلام اور سائنس میں تضاد نہ ہونے کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ وہ کشمکش جو کلیسا اور سائنس میں تھی، اسے اسلام ہی نے ختم کیا۔ قرآنِ پاک میں جابجا تفکّر، تدبّر اور مشاہدۂ کائنات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ۲ سائنس کا اسلام سے کوئی تخالف نہیں۔ سائنس حقیقت کا کھوج لگانے کی کوشش ہے اور اسلام بذاتِ خود حقیقت ہے۔ سائنس جوں جوں ترقی کر کے نئے حقائق سامنے لائے گی، اسلام کی حقانیت اور واضح ہو جائے گی۔ آیئے، جدید سائنس کی روشنی میں واقعۂ معراج پر ایک نظر ڈالیں۔

ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ انسان اَن دیکھی چیز کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ کسی چیز کی طلب انسان میں تحریک یا ترغیب (Inducement) پیدا کرتی ہے جس سے انسان اُس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ولیم میک ڈوگل (William Mc Dougall) اور سگمنڈ فرائڈ کے مطابق جب تک انسان اُس چیز کو پا نہیں لیتا، جد وجہد جاری رہتی ہے۔

انوارِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے کی خواہش عالمگیر ہے۔ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ۳

(ہم اُس وقت تک آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب اللہ تعالیٰ کو عیاناً نہ دیکھ لیں گے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بارگاہِ ربُّ العزت میں عرض کی۔

اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ۴؎ (اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار دکھا)
حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین حبیب خدا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ
ے واقعۂ معراج پر نظر کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ
نہیں کی۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے انوار دکھانے کے لیے آپ
علیہ وآلہٖ وسلم) کو آسمانوں پر بلایا۔ قرآنِ پاک نے اس واقعہ کو یوں بیان

حٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا ۵؎ (پاک ہے وہ ذات
پنے بندے کو رات ہی رات سیر کرائی)
پاک میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اس سیر کا ذکر ہے۔ لیکن احادیث
تا ہے کہ وہاں سے آپؐ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ ہر آسمان پر کسی نہ
ے ملاقات ہوئی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے بھی آگے،
ابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۶؎ " سے انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ فرمایا۔
کے معنی رات کو سیر کرانے یا رات کو لے جانے کے ہیں۔ لَیۡلًا کا لفظ
سے ایک خاص حصہ میں وقوع پذیر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی رات
اص حصے میں یہ سیر کرائی گئی ۷؎ اس پر کتنا وقت لگا۔ اس کے متعلق سیرت
ے لکھا ہے کہ جب آپ واپس آئے، بسترِ مبارک ہنوز گرم تھا اور زنجیر
وز ہلتی تھی ۸؎ روضۃ الاحباب میں زمانۂ آمد و رفت تین ساعت لکھا ہے ۹؎
نس اس کی تصدیق کرتی ہے؟ ہاں، ہاں۔ طبیعیات (Physics)
ت تسلیم کر چکی ہے۔
محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ سائنس جس طرح دیگر معجزات کو تسلیم
سی طرح اسراء و معراج کو بھی ثابت کرتی ہے ۱۰؎ مشکوٰۃ شریف میں ہے
پر آپ سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے اُس کا نام بُراق تھا۔ ۱۱؎
ہ برق ہے۔ جس کے معنی بجلی (Electricity) کے ہیں۔ اور بجلی کی

رفتار 30×10^8 میٹر فی سیکنڈ (186000 میل فی سیکنڈ) ہوتی ہے۔

ڈاکٹر البرٹ آئن سٹائن نے ۱۹۰۵ء میں نظریۂ اضافیت (Theory of Relativity) پیش کیا۔ جس کے مطابق مکان (Space) اور زمان (Time) دونوں مطلق (Absolute) نہیں بلکہ اضافی (Relative) ہیں۔[۱۲] اس نظریے کی رُو سے زمان (Time) قطعی نہیں بلکہ ہر شاہد کے نقطۂ نظر سے اضافی ہے۔ وقت کی پیمائش اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اُس کا تعلق کسی مکان سے ہو۔ کوئی جسم "لامکاں" (Beyond the space) ہو کر لازماں (Beyond the time) ہو جاتا ہے۔ مکان کی قیود سے آزاد ہو جائیں تو زمان کی قیود خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے زمان و مکان کو روح و جسم سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی زمان روح اور مکان جسم ہے۔[۱۳] جس طرح جسم کے ذریعے روح کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح جب مکان سے زمان کا تعلق ہو تو اس کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے۔ جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اسے محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح لامکان ہو کر وقت کی قیود بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس واقعۂ معراج میں ایسا ہی ہُوا۔ سرکارِ دو جہاں نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکان کی حد سے آزاد ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ وہاں وقت کی تعیین ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ جدید سائنس واقعۂ معراج کی تصدیق کرتی ہے۔ موجودہ دور میں آئن سٹائن کی تھیوری تمام سائنس دان درست تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر اس تھیوری کو درست تسلیم کر لیں تو پھر واقعۂ معراج پر ایمان لانا ہی پڑتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسدِ عنصری کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنا بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ انسان کرۂ ارض سے نکل کر چاند تک پہنچ چکا ہے۔ بلکہ اس سے آگے جانے کے لیے کوشاں ہے۔ انسان کے چاند پر پہنچنے کی پیشین گوئی بھی قرآن نے آج سے چودہ سو سال قبل کر دی تھی بلکہ یہاں تک بتا دیا کہ چاند پر جانے والے ایمان نہیں لائیں گے۔ سورۂ انشقاق میں ارشادِ ربانی ہے۔

وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ [۱۴]

(قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے یقیناً تم ایک (زمین) سے دوسرے طبق (چاند) تک اُوپر جاؤ گے)۔ آگے ارشاد ہوا:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ [۱۵] (پس اُنہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے)

قرآن کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی اور دو امریکی، نیل آرم سٹرانگ اور کلونل ایلڈرن ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو چاند کی سطح پر اُترے۔ اگر امریکی خلاباز چاند تک پہنچ سکتے ہیں تو وہ ذات جن کے لیے یہ کائنات بنی، چاند سے آگے بھی جا سکتی ہے۔ تسخیرِ قمر کے بعد اب مریخ پر جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کاوشیں واقعۂ معراج کی صداقت کی روشن مادی دلیلیں بنتی جا رہی ہیں۔ شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں [۱۶]

معلوم ہوا کہ جدید سائنس واقعۂ معراج کی تصدیق پر مجبور ہے اور مستقبل کی سائنسی تحقیقات سے اس واقعے کے کئی اور سائنٹیفک پہلو سامنے آئیں گے۔

حواشی:

(۱) The Bible, The Quran and Science P:120

اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے۔ جو ۱۹۷۵ء میں Seghers Paris نے "La Bible, le Coran la Science" کے نام سے شائع کی۔ اِس کا انگریزی ترجمہ Alstair D. Pannell نے کیا۔ جو پنجاب لائبریری لاہور میں دستیاب ہے۔

(۲) قرآنِ مجید میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں۔ جن میں انسان کو تفکر و تدبر کرنے

کی دعوت دی گئی ہے:۔

اَفَلاَ یَتَفَکَّرُوْنَ (کیا تم غور و فکر نہیں کرتے)

اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ (کیا تم تدبر نہیں کرتے)

حدیث پاک میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ (ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے)

(۳) البقرہ۔ ۲: ۵۵

(۴) الاعراف۔ ۷: ۱۴۳

(۵) بنی اسرائیل۔ ۱۷: ۱

(۶) النجم۔ ۵۳: ۹

(۷) تفسیر حقانی۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۱

(۸) عنایت احمد کاکوروی۔ مفتی علامہ۔ تواریخ حبیب الہ۔ ص ۴۶

(۹) ایضاً

(۱۰) حیاتِ محمدؐ۔ از محمد حسین ہیکل۔ مترجم ابو یحییٰ امام خان ص ۲۲۸

(۱۱) قاسم محمود، سید۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۳۲۰۔ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی۔ ضیاء القرآن ص ۶۲۴

(۱۲) The Reconstruction of religious thought in Islam P:30

(۱۳) فکر و نظر (ماہنامہ) اپریل مئی ۱۹۷۹ء (اقبال نمبر) ص ۱۳

(۱۴) الانشقاق۔ ۸۴: ۱۸، ۱۹

(۱۵) الانشقاق۔ ۸۴: ۲۰

(۱۶) کلیات اقبال (اردو) ص ۳۱۹ (بالِ جبریل۔ ص ۲۷)

مولانا احمد رضا بریلویؒ کا قصیدۂ معراجیہ اور ہلال جعفری کی تضمین

(چند بند)

بساطِ کونین سج رہی تھی، چراغِ انوار جل رہے تھے
شبِ دنا کہکشاں کی چتون پہ حُسنِ فطرت کے دائرے تھے
قدم قدم پر، روش روش پر ستارے جھک جھک کے کہہ رہے تھے
"وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے"

ہوا تھا سارا جہاں منوّر، جھلک یہ اُن کے جمال کی تھی
نظر نظر میں تھا نور پنہاں، قمر نے جلووں سے گود بھر لی
یہ چاند تاروں کی آرزو تھی اس ایک دن کی، اس اک گھڑی کی
"یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئنے تھے"

نئی اُمیدوں کے لاکھوں جلوے جبینِ عالم پہ مسکرائے
حیات چولا بدل رہی تھی، لباسِ کہنہ تھا منہ چھپائے
ہوا ہیں کافور ہو رہے تھے غم و الم کے اداس سائے
"خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے، دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد آ رہے تھے"

کہاں تک اشکِ الم چھپائیں، کہاں تک اشکِ الم گرائیں
انھی کے جلووں کی بھیک مانگیں، انھی سے بزمِ نظر سجائیں
پھر اُن پہ مٹنے کی آرزو ہے، پھر اُن پہ مٹنے کی ہیں دعائیں
"غبار بن کر نثار جائیں، کہاں اب اس رہگزر کو پائیں
ہمارے دل، حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے"

کرم کے انوار لُٹ رہے تھے، نقیبِ رحمت بُلا رہا تھا
اِدھر فرشتے، اُدھر فرشتے، بندھا تھا اک عرشیوں کا تانتا
قطار اندر قطار قدسی کھڑے تھے ہاتھوں میں لے کے کاسہ
"اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ، یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے"

بڑھا مقامِ دنا سے آگے وہ جب چراغِ ازل کا مامن
لگائی آنکھوں سے عرشیوں نے بصد عقیدت رکابِ توسن
جو برسے چتون سے اُن کے جلوے تو بھر لیے قدسیوں نے دامن
"بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دُولھا کی پائی اُترن، وہ پھول گلزارِ نور کے تھے"

یہ لوحِ محفوظ کی بلندی، یہ چاند سورج، یہ عرش و کُرسی
یہ چشمِ بینا کے واسطے اک دلیل ہے تیری عظمتوں کی
تو ہی ہے کون و مکاں کا مالک، نہ تیرا ہمسر، نہ تیرا ثانی
"تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے"

لگا کے آنکھوں سے قُدسیوں نے دیے ہیں نقشِ قدم کو بوسے
جلو میں لے کر فرشتے اُن کو خوشی کا مژدہ سُنا رہے تھے
وہ جلوے آپس میں ہو رہے تھے قریب تر ایک دوسرے کے

"اُٹھے جو قصرِ دنا کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے" ارے تھے"

تمہارے ادراک سے ہیں باہر یہ بات روح الامینؑ سے پوچھو
ذرا یہ ذوقِ لطیف پرکھو، ذرا بہ عقلِ سلیم سوچو
کہ دیکھنا چاہتی تھی فطرت خود اپنی فطرت کے آئینے کو

"گمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے"

اُسی کے در پر جہاں کی رفتار فی الحقیقت ہوئی تھی ساکن
وہی ہے اک پیکرِ محاسن، اُسی پہ ہیں ختم کل محاسن
وہی ہے آرائشِ جمالِ جہاں کی تابانیوں کا ضامن

"وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے، اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے"

وہ ناز والے، نیاز والے، تمام کونین کے اُجالے
وہ آمنہؓ کی نظر کے تارے، حلیمہؓ کی گودیوں کے پالے
یہ اُن کی پروازِ اللہ اللہ، ہیں اُن کی شانِ سفر کے صدقے

"خدا کی قدرت کہ چاند حق کے، کروروں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ گئے تھے"

شبِ معراج

ہے خلق میں اعلان کہ معراج کی شب ہے
خالق کا ہے فرمان کہ معراج کی شب ہے

محبوبؐ خدا، ختمِ رسل، شاہِ دو عالمؐ
ہیں عرش پہ مہمان کہ معراج کی شب ہے

سب جنّ و بشر، حور و ملک، عرشی و فرشی
اس شب پہ ہیں قربان کہ معراج کی شب ہے

جنّت میں بڑی دھوم کے سامان ہوئے ہیں
حوروں کو ہے ارمان کہ معراج کی شب ہے

جبریلؑ امیں لائے ہیں محبوبؐ کی خاطر
اللہ کا فرمان کہ معراج کی شب ہے

ہر رات سے رتبے میں سوا ہے شبِ معراج
اس شب کی ہے یہ شان کہ معراج کی شب ہے

تابانیٔ مرقد کا اسی شب میں منوّرؔ
کر لے کوئی سامان کہ معراج کی شب ہے

منوّر بدایونی

سیرِ لامکاں

زمیں پہ مستی برس رہی ہے، فلک پہ انوار چھا رہے ہیں
یہ کس کا پرتو ہے جلوہ افگن کہ دو جہاں جگمگا رہے ہیں

یہ کس کے دیدار کی خوشی میں ہے آسمانوں پہ دھوم برپا
یہ کس کی آمد کے پاک نغمے ملائکہ گنگنا رہے ہیں

یہ کون ہے راکبِ معظم، براق و رفرف ہیں جس پہ نازاں
ادب سے جبریلؑ کس کے ہمراہ آج سدرہ تک آ رہے ہیں

جبینِ آدم دمک رہی تھی انہی کے نورِ خدا نما سے
یہی جو عرشِ بریں پہ جاکر بشر کی عظمت بڑھا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کے دم قدم سے ہے ربطِ دنیا و دیں بھی قائم
یہی وہ ہیں خلقِ بے خبر کو جو رازِ ہستی بتا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کی زندگی نے کیا محبّت کا نام روشن
یہی وہ ہیں جو ہر اک کے ہو کر ہر اک کو اپنا بنا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کے آستاں پر ہیں تاج والے بھی سر بہ سجدہ
یہی وہ ہیں جو نحیف رہرو کا بوجھ سر پر اُٹھا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کی سیرتِ پاک وجہِ تقلید ہے جہاں کو
یہی وہ ہیں جو ہجومِ غم میں گھِرے ہوئے مسکرا رہے ہیں

شکیلؔ کس منہ سے ہو ثنائے حبیبِ داور رسولِؐ اکرم
خدا کے جلوے دکھانے والے خدا کو جلوہ دکھا رہے ہیں

شکیلؔ بدایونی

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

اللہ اللہ وہ اک نورِ مبیں کی معراج
جسم کی، روح کی، عرفان و یقیں کی معراج

ہو گئی راکبِ بُراقِ حسیں کی معراج
مہر کی، ماہ کی، افلاک و زمیں کی معراج

تیری معراج بنی اہلِ زمیں کی معراج
عقل کی، ہوش کی، ایمان و یقیں کی معراج

اُمِّ ہانیؓ کے مکاں! تجھ پہ ابد تک ہوں سلام
سب کی معراج ہے اک تیرے مکیں کی معراج

کہکشاں بن کے کھلے کون و مکاں کے اسرار
اے زہے دُرجِ نبوت کے نگیں کی معراج

چاند قدموں میں، ستارے تھے جلو میں لاکھوں
اللہ اللہ وہ رخشندہ جبیں کی معراج

تھم گیا وقت، رُکی کون و مکاں کی گردش
دیکھ اے چرخ یہ ہے حجرہ نشیں کی معراج

عرش والوں میں ابھی تک ہے یہی ذکر صباؔ
قابَ قوسین ہے اک فرش نشیں کی معراج

صباؔ متھراوی

معراج کی راتؐ

سایہ شبِ معراج کو پایا شبِ معراج
پایا شبِ معراج کو سایہ شبِ معراج
کیا جانیے کس طرح چڑھا بامِ فلک پر
کیا جانے کدھر سے اُتر آیا شبِ معراج
چھایا ہوا اُمّت پہ ہے کیوں یاس کا عالم
بھولا ہمیں وہ روزِ جزا یا شبِ معراج؟
گر عرش کہوں عرشِ بریں، فرشِ زمیں تھا
کیا جانے کہاں تھا وہ خدایا شبِ معراج
عفّت نے نظارے کو نظر بند کر دیا
دھوکا کہیں آنکھوں نے نہ کھایا شبِ معراج
کیا عالمِ حسّی سے کیا ترکِ تعلّق
انساں کی سمجھ میں بھی نہ آیا شبِ معراج
اُس قُلزمِ معنیٰ کا کوئی جوش تو دیکھے
افلاک و زمیں میں نہ سمایا شبِ معراج
گردُوں کو کیا زیرِ نگیں نقشِ قدم نے
سکّہ زرِ انجم پہ بٹھایا شبِ معراج
اللہ رے بیاںؔ مرتبۂ اُمّتِ عاصی
خاطر سے نبیؐ نے نہ بھلایا شبِ معراج
(بیاںؔ میرٹھی)

شبِ وصال

کیا خوب سجا عرشِ معلّٰی شبِ معراج
بر آئی ہے آج اُس کی تمنا شبِ معراج

معبود نے عابد کو بلایا شبِ معراج
کھلنے کو ہیں اسرارِ "دَفَعنَا" شبِ معراج

کیا خوب سجا نُور سراپا شبِ معراج
محبوب بنا عرش کا دولھا شبِ معراج

اَبرُو جو ہیں قَوسَین مجلّٰی شبِ معراج
اُن پر ہے سجا نور کا سہرا شبِ معراج

وَالشَّمس رُخِ حُسن کا ہے غازۂ رُخسار
آنکھوں میں ہے مَازاغ کا سُرمہ شبِ معراج

رعنائیِ فطرت کے مناظر ہیں دل آویز
ہر آنکھ ہے معروفِ تماشا شبِ معراج

ہر ذرّہ ہے انوارِ مسرّت سے درخشاں
ہے فرش سے تا عرش اُجالا شبِ معراج

پُر کیف ہیں گلزارِ دو عالم کی فضائیں
ہیں حُور و ملک زمزمہ پیرا شبِ معراج

چلمن سے صدا آتی ہے آؤ مرے پیارے!
آجاؤ کہ تم سے نہیں پردہ شبِ معراج

انوار ہی انوار برستے ہیں جہاں میں
ہر سمت ہے اِک طور کا جلوہ شبِ معراج

اے صلِّ علیٰ عظمتِ سُلطانِ دو عالم
ہے عرشِ علیٰ زیرِ کفِ پا شبِ معراج

اُس رہ کو کہا "کاہکشاں" اہلِ نظر نے
مجبوبؐ ہے جس راہ سے گزرا شبِ معراج

اللہ رے غم خواریِ اُمّت کہ نبیؐ نے
اُمّت کو وہاں بھی نہ بھلایا شبِ معراج

اے پیکرِ انوار! سیہ بخت قمرؔ کو
ہو جائے عطا نور کا صدقہ شبِ معراج

—— قمرؔ یزدانی (بھنوانہ ضلع سیالکوٹ)

لیلۃ الاسرا

کھل گئے چرخ پہ اسرارِ خدا آج کی رات
پڑ گئی عرش پہ بنیادِ وفا آج کی رات

کوئی دیکھے تو یہ اندازِ عطا آج کی رات
جو بھی دینا تھا، وہ خالق نے دیا آج کی رات

ہے فرشتوں میں بھی شور بپا آج کی رات
عرش پہ آتے ہیں محبوبِ خدا آج کی رات

شبِ معراج ہے محبوب و محب ملتے ہیں
کیسا لائی ہے یہ پیغام صبا آج کی رات

کس کے پرتو سے منور ہے بساطِ عالم
عرش پر کون ہوا جلوہ نما آج کی رات

اللہ اللہ، یہ اعزازِ محمدؐ دیکھو
خود طلب کرتا ہے بندے کو خدا آج کی رات

اس طرح پھیلی ہے کچھ روئے محمدؐ کی ضیا
ذرۂ خاک بھی مہتاب ہوا آج کی رات

"بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"
خود یہ کہتا تھا محمدؐ سے خدا آج کی رات

نورِ عرفاں سے مرا دل بھی ہے روشن گوہر
ظلمتِ کفر میں پھیلی ہے ضیا آج کی رات

ـــــــ ڈگمبر پرشاد گوہر دہلوی

شبِ معراج

پردہ رُخِ انور سے جو اُٹھا شبِ معراج
جنّت کا ہُوا رنگ دوبالا شبِ معراج

جس وقت چلی شاہِ مدینہ کی سواری
سجدے میں جھکا عرشِ معلّٰی شبِ معراج

وہ جوش تھا انوار کا افلاک کے اُوپر
ملتا نہ تھا نظّارے کو رستہ شبِ معراج

مہمان بلانے کے لیے اپنے نبیؐ کو
اللہ نے جبریلؑ کو بھیجا شبِ معراج

یہ شانِ جلالت کہ نہایت ہی ادب سے
جبریلؑ نے آقا کو جگایا شبِ معراج

ہر ایک نبی بلکہ سب افلاک کے قدسی
پڑھتے تھے شہنشاہ کا خطبہ شبِ معراج

جانِ دوجہاں رفعتِ سرکارؐ پہ قرباں
کہتا تھا یہ بڑھ بڑھ کے "رفعنا" شبِ معراج

تھی راستہ بھر اُن پہ درودوں کی نچھاور
باندھا گیا تسلیم کا سہرا شبِ معراج

روشن ہوئے سب ارض و سما نور سے اس کے
جب ماہِ عرب عرش پہ چمکا شبِ معراج

تھا چرخِ چہارم پہ کوئی طور کے اُوپر
سرکارؐ گئے عرش سے بالا شبِ معراج

جب پہنچے مقامِ فتدلّٰی پہ محمدؐ
خالق سے رہا کچھ بھی نہ پردہ شبِ معراج

عرش و ملک و ارض و سما، جنت و دوزخ
اُس شاہؐ نے ہر چیز کو دیکھا شبِ معراج

تفصیل سے کی سیر مگر اس پہ بہ طرّہ
اک پل میں یہ طے ہو گیا رستہ شبِ معراج

زنجیرِ درِ پاک کی ہلتی ہوئی پائی
اور گرم تھا وہ بسترِ اعلیٰ شبِ معراج

اے مومنو، مژدہ کہ وہ اللہ سے لائے
بخشائشِ اُمّت کا قبالہ شبِ معراج

——— جمیلؔ قادری رضوی

سیرِ لامکاں

بزمِ کونین نئے ڈھب سے سجی آج کی رات
ہو گئے عازمِ معراج نبیؐ آج کی رات

مانگنے پر بھی نہ اوروں کو ملی جو رفعت
نوشۂ عرش کو بے مانگے ملی آج کی رات

رہ گئے دنگ فرشتے بہ مقامِ سدرہ
بشریّت کی حقیقت جو کھلی آج کی رات

لامکاں جاکے جو واللیل کے گیسو سلجھے
باتیں الجھی ہوئی سلجھی ہیں کئی آج کی رات

جس جگہ ختم ہوئی منزلِ جبریل وہاں
ابتدا نوشۂ اسریٰ کی ہوئی آج کی رات

وہ جو مخفی ہے زمانے کی نظر سے، حافظ
دیکھ آئے اسے آنکھوں سے نبیؐ آج کی رات

شبِ وصل ہے آج پردے اٹھے ہیں، وہ نورِ مجسم بلائے گئے ہیں
زمیں سے فلک تک فرشتے کھڑے ہیں، سرِ عرش تحسین کے غلغلے ہیں

وہ محبوبِ داور چلا جب یہاں سے، وہ باہر ہوا جب زمان و مکاں سے
ذرا پوچھ تو لینا عقل و گماں سے کہ اس رہ پہ پر اُن کے کیسے جلے ہیں

حرم سے جو اٹھے بشکلِ بشر تھے، فلک سے جو گزرے تو نورِ نظر تھے
مگر اس حقیقت سے سب بے خبر تھے کہ جاکر کہاں اُن کے جوہر کھلے ہیں

وہاں تو 'یہاں' اور 'کہاں' بھی نہیں ہے، زمین و زماں آسماں بھی نہیں ہے
یہ حد ہے وہاں پر 'وہاں' بھی نہیں ہے جہاں مصطفیٰؐ اپنے رب سے ملے ہیں

اٹھائی جو "مازاغ" کی چشمِ بینا، خدائی بھی دیکھی، خدا کو بھی دیکھا
جو دیکھا خدا کو تو مخفی رہا کیا؟ دو عالم تو پہلے سے قدموں تلے ہیں

حافظ چشتی تونسوی (جہلم)

لیلۃ الاسرا

لَولَاکَ کا سجتا ہے ترے سر پہ سدا تاج — اے نوشۂ معراج
کونین کا اللہ نے بخشا ہے تجھے راج — اے نوشۂ معراج
اس شان سے گزرے ہو تم افلاک سے نازاں — اے عرش کے مہماں
افلاک نشینوں کے بھی دل ہو گئے تاراج — اے نوشۂ معراج
تھا برق کی رفتار سے بُراق ترا تیز — چال ایسی دلآویز
ہے کبک خجل دیکھ کے، شرمندہ ہے درّاج — اے نوشۂ معراج
خود حق نے بلایا تمہیں دیدار کرانے — اسرار بتانے
افرشتہ وارواح و رسل، سب ترے محتاج — اے نوشۂ معراج

اُٹھو مرے سرکارؐ بلاتا تمہیں رب ہے — معراج کی شب ہے
جبریلِ امینؑ عرض یہ کرتا بہ ادب ہے — معراج کی شب ہے
خود حسن کو دیدار کرانے کا ہوا شوق — دیکھ آؤ بصد ذوق
رُتبہ یہ کسی اور کی تقدیر میں کب ہے — معراج کی شب ہے
کونین سے باہر جسے خود حق نے بلایا — دیدار کرایا
وہ ایک عرب، دُرِ یتیم، اُمّی لقبؐ ہے — معراج کی شب ہے
مَازَاغ کی آنکھیں ذرا موسیٰ کو دکھا دو — پھر اُن سے یہ پوچھو
طالب رہے تم جس کے، اُسے کس کی طلب ہے، — معراج کی شب ہے
یہ عشق تھا جو چیر گیا سینۂ افلاک — پردے کیے سب چاک
وہ حُسن تھا حافظؔ، جسے تو مانتا رب ہے — معراج کی شب ہے

حافظ چشتی (جہلم)

معراج النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

رجب کی بست و ہفتم شب کا روشن ہے ہر اک لمحہ
عروجِ آدمی خاکی ہوا مصداقِ "مَا اَوحیٰ"

تقرّب سا تقرب ہے، کہا ہے جس کو "اَوْ اَدْنیٰ"
نظامِ کُن پہ روشن ہے مقامِ ارفع و اعلیٰ

پیامِ صبحِ بیداری پئے ہر بختِ خوابیدہ
بعنوانِ عروجِ عبدیت یہ شب ہے تابندہ

فرازِ عبدیت سے سج گئی ہے مسجدِ اقصیٰ
ہے تیرے فرق پر کج تاجِ "سُبحَانَ الَّذِیْ اَسرٰی"

نہیں ممکن کہ ہو توصیفِ نطقِ سیّدِ بطحا
انہی کے واسطے قرآن میں "مَا یَنطِقُ" آیا

حقیقت بیں اگر ہو، مبحثِ نور و بشر کیسا
کبھی اندازِ غور و فکر پر اپنے ذرا سوچا

غلامِ سرورِ کونینؐ، وہ ہو ہی نہیں سکتا
مقامِ عبدیت جو دل سے اے تقویٰؔ نہیں سمجھا

نعیم تقویٰ

شبِ وصال

رات معراج کی کیا عجب رات تھی سارے عالم پہ رحمت کی برسات تھی
اپنے محبوب کا منتظر تھا خدا "مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

جب سواری گئی عالمِ پاک میں مچ گیا غُل سا اِک بزمِ افلاک میں
چاروں جانب سے آنے لگی یہ صدا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

ماہ و انجم کی جگمگ کا تھا یہ سماں شب پہ بھی دن کا ہوتا تھا یکسر گماں
اور جبریلؑ یہ دے رہے تھے ندا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

حور و غِلماں کی محفل میں تھا غلغلہ آفریں آفریں، مرحبا مرحبا
آج تشریف لائے حبیبِ خدا "مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

رات نازاں تھی کتنی بہشتِ بریں جلوہ افگن مکاں میں تھا اُس کا مکیں
اور رِضواں تھا اس طرح نغمہ سرا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

ناصر زیدی (اسلام آباد)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاس اپنے محمدؐ کو بلا کر شبِ معراج
دیں نعمتیں اللہ نے یکسر شبِ معراج

دم بھر میں گئے مثلِ نظر، پل میں پھر آئے
تھا گرم ہنوز آپؐ کا بستر شبِ معراج

ہمراہ تھیں افواجِ ملائک شہِ دیںؐ کے
تھا ساتھ رسولوں کا بھی لشکر شبِ معراج

تھا حُلّۂ زیبا تن خوشبو سے معطّر
تھی گیسوئے مشکیں سے معنبر شبِ معراج

سوتی تھی پڑی دشمنِ اسلام کی تقدیر
بیدار تھا اُمّت کا مقدّر شبِ معراج

وہ خواب میں بھی حضرتِ موسیٰؑ نے نہ دیکھا
جو قُرب ہوا اُن کو میسّر شبِ معراج

محبوبِ خدا گوشۂ خلوت میں رہے پاس
تنہا نہ رہا خالقِ اکبر شبِ معراج

اللہ نے کی آپ کی دعوت شبِ معراج
موجود ہوئی خُلد کی نعمت شبِ معراج

ظلمت کا ہوا نورِ تجلّی سے نشاں گم
انوار سے تھی صبحِ سعادت شبِ معراج

تھا صَلِّ عَلیٰ، صَلِّ عَلیٰ سب کی زباں پر
تھے حور و ملک محوِ عبادت شبِ معراج

اللہ سے لے لی سندِ بخششِ اُمّت
وہ جوش پہ تھا قُلزمِ رحمت شبِ معراج

تسہیلِ عبادت ہوئی، تحصیلِ شفاعت
باقی نہ رہی ایک بھی حُجّت شبِ معراج

اصلاً نہ رہی عاشق و معشوق کی دوری
بے فاصلہ حاصل ہوئی قربت شبِ معراج

پایا ہے غریبؔ آپ نے اللہ سے سب کچھ
باقی نہ رہی ایک بھی حسرت شبِ معراج

غریبؔ سہارنپوری

سیرِ لامکاں

پھول گلشن میں کھلے آج رسولِ عربیؐ
دو جہاں خوب سجے آج رسولؐ عربی
بن کے دولھا جو چلے آج رسولِ عربیؐ
واہ کیا خوب ہے انعام و مدارات کی رات

آج کی رات انوکھی ہے ملاقات کی رات

فرش تا عرش بہاروں سے چمن زار کھلے
جوشِ حرمت میں بہم یوں سحر و شام ملے
آج میخانۂ فطرت میں نئے جام ڈھلے
آج مومن کے لیے ہے یہ بڑی بات کی رات

آج کی رات انوکھی ہے ملاقات کی رات

ظلمتیں دُور ہوئیں، مٹ گئے سب ظلم و ستم
کُھل گئے خود ہی سلاطینِ زمانہ کے بھرم
دونو عالم پہ ہے محبوب کا اِک لطف و کرم
اصل میں ہے یہی الطاف و عنایات کی رات

آج کی رات انوکھی ہے ملاقات کی رات

روحِ ایمان و عقیدت ہے درود اور سلام
کیسی پُر ذوق فضیلت ہے درود اور سلام
ایک تابندہ حقیقت ہے درود اور سلام
آج کی رات نہیں حرف و حکایات کی رات

آج کی رات انوکھی ہے ملاقات کی رات

نور ہی نور نظر آتا ہے تا حدِّ نظر
دیکھتی ہے نگہِ شوق محبت سے جدھر
آج اللہ نے بخشا ہے دعاؤں کو اثر
آج طیبؔ ہے ہر عاصی پہ عنایات کی رات

آج کی رات انوکھی ہے ملاقات کی رات

—— طیبؔ قریشی اشرفی دہلوی

معراجِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تحریر: راجا رشید محمود

چیست معراج؟ آرزوئے شاہدے
گفتگوئے روبروئے شاہدے

خداوندِ قدوس و کریم نے اپنے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا۔ شاہد کے معنی گواہ کے ہیں اور شہادت اس کی معتبر ہے جو "عینی شاہد" ہو۔ شاہد کے لیے مشاہدہ ہونا ضروری ہے۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کی ہر شے کے شاہد ہیں۔ تمام موجودات آپ ہی کے دم سے معرضِ وجود میں آئے، آپ کے سامنے ہر چیز بنی۔ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ سب دُنیائیں آپ کی نگاہِ مرحمت میں ہیں۔ ہر شخص کے نیک و بد کے آپ شاہد ہیں اور آپ ہی کی گواہی اور رحمت پر قیامت کے حساب و احتساب کا دارومدار ہے۔ شاہد کے معنیٰ حاضر و موجود کے ہیں۔ ظاہر ہے، غیر حاضری اور لاعلمی شہادت کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ شاہد کا مطلب، محبوب بھی ہے۔ اس لیے کہ محبوب ہر وقت محبّ کے دل میں موجود رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے شاہد کی شہادت کو مکمل اور اکمل کرنے کیلئے انہیں ایک رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور پھر آسمانوں کی اور پھر عرشِ معلّٰی کی اور آخر کار لامکاں کی سیر کرائی۔ دَنا کے قصر میں قابَ قوسین کی قربتوں سے مستفید کیا اور پھر دُنیا کو اَوْ اَدْنیٰ کی خبر سُنائی۔

دَنا کے قصر میں قوسین کا تقرب ہے
خدائے پاک سے یوں محوِ گفتگو تو ہے

سرکارؐ زمینوں کے شاہد، ہفت سماوات کے شاہد، تمام موجودات و مخلوقات کے گواہ ——— اور خدائے پاک کے محبوب اور گواہ۔ عینی شاہد۔ مازاغ البصر وما طغیٰ۔

موسیٰؑ ز ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمے!

آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کائنات کے شاہد ہیں۔ کائنات کے محبوب ہیں، کائنات میں ہر کہیں حاضر و موجود ہیں۔ آپ خدا کے محبوبؐ ہیں، لامکاں میں موجود کیوں نہ ہوتے۔ اپنے خالق و مالک کو کیوں نہ دیکھتے، بغیر آنکھ جھپکے۔

شہادت کی کاملیت و اکملیت کے خیال سے اور اپنے محبوبؐ سے وصال کے لیے اللہ عزوجل نے آپ کو بلا بھیجا۔ جبریلِ امین علیہ السلام پیغام لائے۔ لیکن اگر حضورؐ کو اپنی قیام گاہ سے بلایا جاتا تو جبریل کے لیے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا آپؐ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوتے یا باہر سے آپؐ کو اجازت کے لیے پکارتے۔ مومنوں کے لیے یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں۔ اس لیے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور سے بلا بھیجنے کا اہتمام کیا گیا۔ خدا کے محبوبؐ کو تکلیف دینا جبریل علیہ السلام کو کب گوارا تھا چنانچہ۔

نور نے تلووں کو سہلا کر جگایا خواب سے
یوں ہوا سرکارؐ کا معراجِ جسمانی شروع

سبحان اللہ! اندازہ تو فرمائیے سرگروہِ ملائکہ اپنے پروں کو سرکارؐ کے پیروں پر مل کر جگانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ خالق و مالک کائنات چشم براہ ہے، فرشتے اور حوریں پرے باندھے پیشوائی کو کھڑے ہیں۔ افلاک میں، عرشِ معلی پر، ہر جگہ آپؐ کی آمد آمد کا تذکرہ ہے۔ خدا جن پیاروں سے پیاری پیاری گفتگو فرماتا ہے، ان کے "رَبِّ اَرِنِی" کے جواب میں "لَنْ تَرَانِی" کہتا ہے مگر جن سے محبت کرتا ہے، انہیں "اُدْنُ مِنِّی" سے نوازتا ہے۔ کسی کے جلوۂ صفات کے برداشت نہ کر سکنے کی بات اور ہے اور کسی کو ذات کی تجلیوں سے مستنیر کرنا دوسری بات ہے اور یقیناً بہت بڑی بات ہے۔

مصطفیٰؐ راضی نہ شد اِلّا بذات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے

میرے ربّ نے فرمایا ہے کہ میں نے ابراہیمؑ کو دوستی دی، موسیٰؑ سے کلام کیا اور آپ کو مواجہ بخشا کہ بے پردہ و حجاب آپ نے میرا جمال دیکھا۔ ترمذی میں ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا۔ ان کے شاگرد عکرمہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا سرکارؐ نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ کے لیے کلام رکھا، ابراہیمؑ کے لیے دوستی اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے لیے دیدار۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے۔ بیشک حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے دوبار اپنے ربّ کو دیکھا۔ ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

دوسرے تمام انبیاء کرام کی رسائی بارگاہِ خداوندی میں ایک خاص مقام تک ہوئی مگر محبوب کبریا احمدِ مجتبےٰ محمدِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء قربِ کبریائی کی اس منزل پر پہنچے کہ انہیں لے جانے والے رُوح الامینؑ راستے ہی میں تھک کر بیٹھ گئے۔

پہلے تو وہ ہم رکابِ سرورِ کونینؐ تھا
ہوگئی جبریلؑ کی سدرہ سے حیرانی شروع

سدرۃ المنتہےٰ تک تو حاجب نبویؐ نے معیّت کا شرف حاصل کیا۔ پھر اس کے بعد کا سفر آقاؐ کا خالق جانے کہ کیسے ہُوا، جبریلِ امینؑ تو اس مقام سے ذرّہ بھر آگے جانے کے تصوّر سے لرزاں تھے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم!!

پھر سرکارؐ نے وصال کی وہ منزلیں طے کیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر ہمیں خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسّر آئی۔ مشہور ادیب و نقّاد ڈاکٹر سید عبدُاللہ معراج النبیؐ کے موضوع پر ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"معراج سے مُسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں گہرائی پیدا ہوئی اور حضورؐ کی اکملیّت اور شرافت کا یقین محکم ہُوا۔ جہاں بعض دوسرے انبیاء کا آسمانی سفر نبوّت کے راستے کی آخری منزل قرار پایا۔ اس سے ایقان میں گہرائی پیدا ہوئی اور خدا کی ہستی کی محسوس

میرے ربّ نے فرمایا ہے کہ میں نے ابراہیمؑ کو دوستی دی، موسیٰؑ سے کلام کیا اور آپ کو مواجہ بخشا کہ بے پردہ و حجاب آپ نے میرا جمال دیکھا۔ ترمذی میں ہے، حضرت عبدؐاللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا۔ ان کے شاگرد عکرمہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا سرکارؐ نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰؑ کے لیے کلام رکھا، ابراہیمؑ کے لیے دوستی اور محمّد (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے لیے دیدار۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے۔ بیشک حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے دو بار اپنے ربّ کو دیکھا۔ ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

دوسرے تمام انبیاء کرام کی رسائی بارگاہِ خداوندی میں ایک خاص مقام تک ہوئی مگر محبوب کبریا احمدِ مجتبےٰ محمّدِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء قُربِ کبریائی کی اس منزل پر پہنچے کہ انہیں لے جانے والے رُوح الامینؑ راستے ہی میں تھک کر بیٹھ گئے۔

پہلے تو وہ ہم رکابِ سرورِ کونینؐ تھا
ہو گئی جبریلؑ کی سدرہ سے حیرانی شروع

سدرۃ المنتہےٰ تک تو حاجب نبویؐ نے معیت کا شرف حاصل کیا۔ پھر اس کے بعد کا سفر آقاؐ کا خالق جانے کہ کیسے ہُوا، جبرئیلِ امینؑ تو اس مقام سے ذرّہ بھر آگے جانے کے تصوّر سے لرزاں تھے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم!!

پھر سرکارؐ نے وصال کی وہ منزلیں طے کیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر ہمیں خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسّر آئی۔ مشہور ادیب و نقّاد ڈاکٹر سیّد عبدُاللہ معراج النبیؐ کے موضُوع پر ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"معراج سے مُسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں گہرائی پیدا ہوئی اور حضورؐ کی اکملیت اور شرافت کا یقینِ محکم ہُوا۔ جہاں بعض دوسرے انبیاء کا آسمانی سفر نبوّت کے راستے کی آخری منزل قرار پایا۔ اس سے ایقان میں گہرائی پیدا ہوئی اور خدا کی ہستی کی محسوس

شہادت میسّر آئی"۔

(فکر ونظر، اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۷۶ء)

یعنی تمام گروہِ انبیاء ورسلؑ کی سمعی شہادتوں کے بعد سرکارِ دو عالم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلّم کی عینی شہادت پر بات مکمل ہوگئی۔

نبیؐ معراج میں اللہ سے ملنے کو جاتے تھے
انوکھی میزبانی تھی نرالی تھی یہ مہمانی!

اللہ کریم جل شانہ، نے قرآنِ پاک میں "سُبحانَ الّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" کہہ کر حضورؐ کے معراجِ جسمانی پر مُہرِ نبوت ثبت کردی۔ "پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو" عبدہٗ کہنے کے بعد گفتگو کی گنجائش ہی کیا ہے کہ معراجِ جسمانی کے بجائے اسے رُوحانی معراج قرار دیا جائے۔

ہے "سُبحان الذی اسرا بعبدہٖ" سے یہ ظاہر
کہ تھی منظورِ حق کو آپ کی اعزاز فرمائی!

ربِّ دو عالم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں "عبدہٗ" کی بات کر کے اس نے معراجِ جسمانی کے منکرین کا منہ بند کر دیا۔ ورنہ اپنے پیارے حبیبؐ کے لیے وہ کوئی اور لفظ استعمال کر لیتا۔ شاعرِ مشرق حکیم الاُمّت علاّمہ اقبالؒ نے بتایا ہے کہ عبد اور عبدہٗ کے فرق کو ملحوظ رکھو ورنہ تمام اعمال حبط ہو جائیں گے، قعرِ دوزخ کی نذر ہو جاؤ گے۔

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار، او منتظر!

عبد وہ ہے جو اپنے رب کا انتظار کرے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کوہِ سینا پر جلوۂ صفاتِ ایزدی کے منتظر تھے اور عبدہٗ وہ ہے جس کا ربِّ دو جہاں انتظار کرے۔ علاّمہ اقبالؒ نے وضاحت سے بتایا ہے کہ عبدہٗ دہر ہے اور دہر عبدہٗ کے دم قدم سے

ہے۔ ہم سب عبد ہیں اور رنگ ہیں، عبدہٗ بے رنگ و بُو ہے، عبدہٗ کے اسرار سے آگاہی چاہنے والے جان لیں کہ وہ "الا اللہ" کے راز کے سوا کچھ اور نہیں۔ لاالہ تلوار ہے مگر اس کی دھار عبدہٗ ہے اور عبدہٗ کے مقام کا عرفان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک قرآنِ مجید میں "مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" کے مقام کو نہ سمجھا جائے۔

چنانچہ یہ عبدہٗ وہ مخبرِ صادق ہے جس نے اپنی چشمِ مُبارک سے دیدارِ خدا سے مشرّف ہو کر ہمیں یقین دلا دیا کہ خدا ہے۔

پُوچھا کسی نے مجھ سے، بتا دیجئے ذرا
اس بات کا یقین ہو کیونکر کہ ہے خدا

میں نے کہا کہ مخبرِ صادق نے دی خبر
دیکھا ہے جس نے چشمِ مُبارک سے برملا

جھپکی ذرا بھی آنکھ نہ اثنائے دید میں
آیا ہے جس کی شان میں مازاغ، ماطغیٰ

مجھ کو اسی شہادتِ عینی پہ ناز ہے
جس کے ہیں وہ حبیبؐ وہی ہے مرا خدا

علّامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ دُنیا یہ سمجھتی رہی کہ یہ زمین و آسمان ناقابلِ گزر ہیں۔ سائنس اور دنیوی علُوم کی رسائی اس حقیقت تک نہیں ہوئی تھی کہ تسخیرِ کائنات نہ صرف ممکن ہے، بلکہ ایک انسانِ کامل جو نُورِ مجسّم تھے، انھی کی رہنمائی میں ہم کائنات کی ہر شے کو مسخر کر سکتے ہیں۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

خداوندِ کریم نے قرآنِ پاک میں، ہمیں تسخیرِ کائنات کی نوید سُنا دی تھی۔ حضور علیہ السّلام والصلوٰۃ نے اس کے عملی ثبوت بھی دُنیا کے سامنے پیش فرما دیئے۔ چاند کو اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر کے آقا و مولاؐ نے ہمیں یہ راہ سُجھائی کہ ہم چاند کو پاؤں تلے روند سکتے ہیں۔

آپ کی انگشت کا ادنیٰ اشارہ ہے وہ خضر
جس سے ظاہر راہِ تسخیرِ مہِ کامل ہوئی!

اقبالؒ نے کہا ہے ——

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

مجھے اس بات پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ کچھ لوگ اس بات کے قائل نہیں کہ سرکارؐ اپنے جسدِ مبارک کے ساتھ افلاک، عرش بریں اور لامکاں کی پہنائیوں میں تشریف لے گئے تھے۔ بھئی! اگر یہ خواب ہی کا قصّہ ہوتا، صرف رُوحانی سفر ہی کی داستان ٹھہرتی تو کفّار کو اس پر ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کوئی بھی اس کو نہ ماننے کی بات کیوں کرتا۔ حضرت ابوبکرؓ بس اتنی سی بات پر صدّیقِ اکبر بن گئے تھے کہا، کہ حضورؐ نے رُوحانی معراج کا شرف حاصل کیا اور آپ نے تصدیق کی —— بعض حضرات اسے ناممکن بتاتے ہیں کہ رات کے ایک قلیل عرصے میں آپ نے یہ تمام سیر فرمائی۔ مسجدِ اقصیٰ میں سابقہ انبیاء کرام کی امامت فرمائی، آسمانوں کی سیر کی، جنّت و دوزخ کو دیکھا، عرشِ معلّٰی اور لامکاں گئے اور اپنے ربّ سے باتیں کیں ——

حضورؐ نبی ہیں اور انبیاء کو جو معجزات عطا ہوتے ہیں، وہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہوتی۔ کوئی مُردوں کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔ چاند کسی سے دو ٹکڑے ہو سکتا ہے؟ ایک جامِ شیر سے ستّر صاحبوں کا دُودھ سے مُنہ بھرنا ممکن ہے؟ معجزہ تو ہوتا ہی وہ

ہے جو عقل سے ماورا ہو — اور معراج النبیؐ تو "علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" رب کی طاقت کا مظاہرہ ہے۔ اس نے فرمایا کہ "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی"۔ کیا خدا کی قدرت سے یہ بات بعید ہے کہ ایسا ہو؟

اور پھر عقلِ انسانی ہی کی بات کریں تو یہ بات ناممکن نظر نہیں آتی۔ ایک کارخانے میں سینکڑوں مشینیں کام میں مصروف ہوں، کارخانے کا مالک اپنے کسی محبوبؐ دوست سے مُلاقات کی خوشی میں کارخانہ بند کرنے کا حُکم دے دے تو جو مشین جہاں ہوگی، وہیں رُک جائے گی اور جب مالک کے حُکم سے کارخانہ دوبارہ چلے گا، ہر مشین وہیں سے چل پڑے گی، جہاں وہ ٹھہری تھی۔ چنانچہ اگر کارخانۂ قدرت کا مالک خداوند قدس ولایزال کارخانۂ عالم کو روک دیتا ہے تو اس میں سمجھ نہ آنے والی بات کیا ہے۔

اور ایک بات یہ بھی تو ہے کہ حضورؐ جانِ کائنات ہیں، رُوحِ موجُودات ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی اور جان ہے تو جہان ہے

ہم پر آج تک عذاب کی وہ صُورت بھی تو نافذ نہیں کی گئی جو دوسری قوموں پر کی گئی۔ اس لیے کہ سرکارؐ ہم میں موجُود ہیں۔ "اَنْتَ فِیْھِمْ" نے ہمیں دامنِ رحمت میں ڈھانپ رکھا ہے۔ پھر جب جانِ کائنات وصلِ حق کے لیے روانہ ہوئی تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ جہاں تھا، وہیں رُک گیا، جب آپ واپس تشریف لائے، کُنڈی بھی ملنے لگی اور بستر بھی اسی طرح گرم کیوں نہ ہوتا۔

محبُوب و محب میں کیا باتیں ہوئیں۔ خالق نے اپنے بندے کو کیا دیا —— اس سلسلے میں ہمارے لیے جو جو کچھ ضروری تھا، وہ خدا اور رسُول خدا (جل شانہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں بتا دیا۔ اس سے زیادہ کی نہ ہمیں ضرورت تھی، نہ ہماری اوقات ہے کہ اس سے واقف کیے جائیں۔ دَنیٰ فَتَدَلّٰی۔ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کی جس قدر بھی تشریحات کر لی جائیں، ٹھیک ہیں۔ اصل میں بات کبریا، اور محبوبؐ کبریا کی ہے اور آپس میں فاصلہ نہ ہونے کی ہے۔

محبوب و محب دونوں میں کیا فاصلہ ہوتا
قوسین میں جب ان کی ملاقات ہوتی تھی

بس! ہمارے لیے تو یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جب یہ منازل طے ہوئیں، جب محبوب و محب میں وصل کا سماں تھا، اُس وقت بھی سرکارؐ نے اپنی گنہگار اُمّت کا کا خیال رکھا، اس کے لیے خدا سے بہت کچھ مانگا اور لیا۔ کیا ہم ذکرِ معراج النبیؐ میں آقاؐ کے کرم کو یاد رکھیں گے اور ایسے اقدام کریں گے کہ آقاؐ ہمیں قیامت کے دن اپنا قرار دیں۔

خدّامِ نعت کا انتقال

آسماں اُنؒ کی لحد پر شبنم افشانی کرے

ملک کے مشہور صحافی، شاعر اور ادیب اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی بھی اپنے خالق و مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت اچھے شاعر تھے۔ ان کا مجموعۂ نعت "آفتابِ حرا" بھی اہلِ علم و دانش سے داد لے چکا ہے۔ "شام و سحر" کے چھ ضخیم نعت نمبروں میں نعت کے موضوع پر اُن کے مضامینِ نظم و نثر شائع ہوئے۔ ایڈیٹر "نعت" پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اور ماہنامہ "نعت" کے معاون تھے۔ آخر دم تک لکھنے پڑھنے میں مصروف رہے۔ اللہ کریم مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معراج نے معراج کو پایا شبِ معراج
ظاہر ہوئی شانِ شہِ بطحا شبِ معراج

سرکارؐ نے کیں منزلیں طے مع جسدِ پاک
سرکارؐ نے ہر چیز کو دیکھا شبِ معراج

جس جا پہ فرشتوں کے تجلّی سے جلیں پر
آگے گئے اُس سے مرے آقا شبِ معراج

جس کی کسی انسان نے پائی نہ ہوا بھی
وہ مرتبہ سرکارؐ نے پایا شبِ معراج

بھولی گئی اُمت نہ کسی وقت نبیؐ کو
بخشش کا خدا سے لیا وعدہ شبِ معراج

جو "طالب و مطلوب" میں تھے اُٹھ گئے پردے
جو راز تھے، سب ہو گئے افشا شبِ معراج

کیوں حور و ملائک اسدؔ آنکھیں نہ بچھاتے
قدرت نے دکھایا انہیں جلوہ شبِ معراج

احتشام احمد اسدؔ اسرائیلی

اس شان سے محبوبؐ کی مہمانی ہوئی تھی
معراج کی شب صبح سے نورانی ہوئی تھی
اعزازِ محمدؐ میں فراوانی ہوئی تھی
سرکارؐ کو معراج بھی جسمانی ہوئی تھی

کتنی ہی ترقّی کرے سائنس جہاں میں
الجھے گی مگر تجزیۂ ظرف و زماں میں

قیصرؔی کانپوری

خواہشِ وصل کی تکمیل

کوئی محوِ خواب تھا، سویا ہوا تھا فرش پر
کوئی ملنا چاہتا تھا اُس سے بامِ عرش پر

حکم کا بندہ کوئی سدرہ سے بطحا آگیا
وہ کسی کو اب کسی کے پاس لے جانے کو تھا

بے اجازت گھر میں وہ داخل نہ ہوتا تھا کبھی
کرنا پڑتا تو یقیناً اب بھی وہ کرتا یہی

آج چونکہ اپنے حجرے میں کوئی سویا نہ تھا
مسئلہ اذنِ حضوری کا نہیں پیدا ہوا

نیند سونے والے کی لیکن اہم اتنی رہی
کم عبادت کرنے کی تلقین کرتا تھا کوئی

کیا فرستادہ کسی کا ڈالتا اس میں خلل
ایک ہی نکلا بالآخر سارے اِن عقدوں کا حل

سونے والے کے قدم سے مَل رہا تھا پر کوئی
جاگ اُٹھا لمسِ عقیدت آشنا پا کر کوئی

جاگ اٹھا کوئی تو پیغام اُس کو پہنچایا گیا
آپ کو جانے کہاں سرکار، بلوایا گیا

چل پڑا کوئی تو سب رستے سمٹ کر رہ گئے
واسطے جو دُنیوی تھے سارے کٹ کر رہ گئے

پہلے اقصیٰ، پھر فلک پھر سدرہ اور پھر لامکاں
چاہنے والے کو ملنے جا رہا تھا میہماں

جو چلا تھا، وہ تو منزل کی طرف چلتا رہا
جو بُلانے آیا تھا، رستے میں تھک کر رہ گیا

جانبِ منزل اکیلا جا رہا تھا یوں کوئی
جیسے یہ راہیں ہوں لاکھوں بار کی دیکھی ہوئی

رہ دکھانے والا کوئی تھا، نہ رہرو ساتھ تھا
یہ بتانا تھا کہ وہ ہے آپ اپنا رہنما

اب منازل قابَ قوسین اور اَو اَدنیٰ کی تھیں
عشق کی اک جست سے یہ منزلیں سب طے ہوئیں

ایک ہی وجہِ جوازِ اسرا کی ہوتی ہے بہم
تھی کسی کی خواہشِ وصلِ حبیبِ محترم

یوں اضافے ہوتے جاتے تھے کسی کی شان میں
اُدنُ مِنّی کی صدائیں آ رہی تھیں کان میں

لامکاں کیا چیز ہے عرشِ بریں کیا چیز ہے
کر گیا اس سے بھی آگے کے مراحل کوئی طے

— نا تمام —

راجا رشید محمود

شبِ معراج

یہ عرش و فرش یہ کون و مکاں یہ دوزخ و خلد
ہر ایک چیز ہے دستِ بشر کے زیرِ نگیں

یہ نور و نار، یہ لوح و قلم، یہ حور و ملک
درِ بشر پہ جھکاتے ہیں اپنی اپنی جبیں

بشر کے قبضۂ قدرت میں انقلابِ جہاں
بشر کے دستِ تصرّف میں گردشِ ایّام

اسی کی ضو سے منوّر وجودِ شام و سحر
اسی کے نور سے تاباں ہے عالمِ اجسام

بشر کی منزلِ یک گام مُلکِ ماہ و نجوم
حدودِ ارض و سما سے ہے دُور اس کی اڑان

سفر میں اس کے مزاحم نہ ہو سکے گی کبھی
اندھیری اندھی فضا کی خنک فروز چٹان

یہ قُرب و بعد، نشیب و فراز کچھ بھی نہیں
جو فاصلے کے تعیّن میں ہو، وہ دور نہیں

ہے آزمائشِ دل یہ مقامِ گفت و شنید
بشر کی منزلِ مقصود کوہِ طُور نہیں

ہر ایک گام پہ ہوتا ہے آرزو کا مقام
مقام ایک شکیبِ نظر ہے، کچھ بھی نہیں

قدم قدم پہ طلسمات، دام، زنجیریں
یہ کائنات فریبِ نظر ہے، کچھ بھی نہیں

بتانِ وہم کی تخلیق، اہرمن کا کمال
کمالِ آدمِ خاکی مقامِ ابراہیمؑ

رواں دواں ہو اگر روح و دل میں جوشِ جنوں
تو کچھ عجب نہیں زیرِ قدم ہو عرشِ عظیم

ثریٰ سے تا بہ ثریّا زمیں سے تا بہ فلک
فضا پہ چھایا ہوا ہے طلسمِ ہوش رُبا

خلوصِ عزم و عمل کی ہیں امتحاں گاہیں
یہ آسماں، یہ خلائیں، یہ دامِ آب و ہوا

یہ آب و گِل، یہ عناصر، یہ ربطِ روح و بدن
کمالِ فن کا سراپا ہے آدمی کا وجود

حدود میں کبھی محدود ہو نہیں سکتا
ملا ہے اس کو خدا سے خروشِ لامحدود

عبور کر کے حدودِ تعیّناتِ جمال
خدا کا قُرب بشر کی خودی کا ہے معراج

اور اس کے آگے خدا کیا ہے آدمی کیا ہے
یہ عقدہ نطق و بیاں کا ہے آج تک محتاج

بلند و افضل و اکمل بشر سے کوئی نہیں
مقام دُور حدودِ نظر سے کوئی نہیں

(صدیق افغانی)

لوائے نور کا سایہ لیے شبِ معراج
جلے ہیں بامِ حرم پر دیے شبِ معراج

قدم حضورؐ کے چومے ریاضِ جنت نے
فضائے قدس نے بوسے لیے شبِ معراج

یہ واقعہ ہے حضوری میں لے گئے تشریف
حضورؐ تاجِ رسالت لیے شبِ معراج

حریمِ شوق میں فکر و خیال کے فانوس
بصد نیاز فروزاں کیے شبِ معراج

حضورؐ عرشِ معلّٰی سے کامراں لوٹے
جلو میں مژدۂ رحمت لیے شبِ معراج

ہوا جو چشمۂ زمزم پہ اسے ثمرؔ سیراب
وہ کیوں نہ بادۂ کوثر پیے شبِ معراج (عبدالکریم ثمرؔ)

ماہنامہ "نعت" لاہور

۱۹۸۸ء کے خاص نمبر

- جنوری ــــــ حمدِ باری تعالیٰ
- فروری ــــــ نعت کیا ہے
- مارچ ــــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- اپریل ــــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اوّل)
- مئی ــــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
- جون ــــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
- جولائی ــــــ نعتِ قدسی
- اگست ــــــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
- ستمبر ــــــ رسول نمبروں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف (حصہ اوّل)
- اکتوبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- نومبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
- دسمبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ سوم)

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔